وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ

اللہ

جسمانی امراض
کے

رُوحانی شِفاخانے

عبدالحق ظفر چشتی

کرم پبلی کیشنز ○ مُصطفٰے آباد لاہور ۱۵

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ

اللہ

جسمانی امراض
کے
رُوحانی شِفاخانے

عبدالحق ظفر چشتی

کرم پبلی کیشنز ○ مصطفےٰ آباد لاہور ۱۵

نام کتاب	:	جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے
مصنّف	:	عبدالحق ظفرؔ چشتی
موضوع	:	جسمانی امراض سے شفا کیلئے مزارات اولیاء سے فیض
ناشر	:	کرم پبلیکیشنز، مصطفےٰ آباد - لاہور - ۱۵
ضخامت	:	۱۶۰ صفحات
طابع	:	کارواں پرنٹنگ پریس، دربار مارکیٹ - لاہور
کتابت	:	محمد ادریس عاصیؔ - واربرٹن
باراوّل	:	ستمبر ۱۹۸۸ء
تعداد	:	گیارہ سو

قیمت : ۳۰ روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ - لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ - لاہور

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی مسجد گلبرگ اے فیصل آباد

اجمل بک ڈپو - آرائے بازار - لاہور کینٹ —— اور

ہر معروف بک سٹال سے۔

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

كَمْ اَبْرَءَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ

وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ

وہ حبیب ایسے ہیں جن سے ہے شفاعت کی امید
ہوں گی نازل آفتیں پیش آئیں گے جب رنج و غم
جب چھوا دست کرم ہو گئی کامل شفا
اور رہا پائی جنوں سے اکثروں نے از کرم

پانی پیئے پن کے
پیر پھڑیئے چُن کے

مدتوں در بدر خاک چھانتے رہے تو کہیں جا کر ایک مردِ وحید ملا

علموں سوہنا
عملوں سوہنا
عقلوں سوہنا
شکلوں سوہنا

رہبرِ سالکاں، مرکزِ عشق و مستی، منبع علم و فضل
واقفِ راہِ حقیقت، شیخ القرآن، ابوالحقائق،
خواجہ پیر محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی چشتی نظامی
رحمۃ اللہ علیہ

ان کی عظمت کو سلام
ان کی تربت کو سلام

اپنی عظیم ماں

کے نام

جن کی دُعاؤں کے سہارے

پُورے قد سے کھڑا ہوں

آنکھ

سرِآغاز

میرے خالق و مالک اور میرے پروردگار نے مجھے دینی و دُنیوی، ہر قسم کی بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ بھی نہیں، بس اُس کا خاص کرم ہے اور میرے والدین کی خصوصی دُعاؤں کا صدقہ ہے۔ اِن نعمتوں میں سے ایک نعمت، اچھی اولاد ہے۔ لڑکوں میں سب سے بڑا لڑکا محمّد عامر چشتی ہے۔ قرآنِ پاک حفظ کرلینے کے بعد میٹرک کیا۔ اور آج کل مکینیکل ڈرافسمین کے آخری سال میں ہے۔

سوئے اتفاق کہ ۱۹۸۷ء کے آغاز میں انہیں بائیں پنڈلی پر چنبل کی شکایت ہوگئی۔ یہ تکلیف بڑھتے بڑھتے شدید پریشانی کا باعث بن گئی۔ مختلف ڈاکٹروں، سکن سپیشلسٹوں، حکیموں اور جرّاحوں کے دروازوں پر دستک دی گئی ایک اللہ والوں سے دم درود بھی کروایا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی۔ حتیٰ کہ کسی کے کہنے پر میرے بچے نے ان زخموں سے تا ابد چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے تیزاب بھی لگا دیا جس سے جسم جل گیا، بچّہ تڑپ گیا مگر تکلیف نہ گئی یعنی شعلہ بجفت آتش نماند۔

یہ کیفیت مسلسل ذہنی کرب کا باعث بنی۔ اکثر اپنے مالک سے بات چیت کرتا، کہ اے میرے مولا! اس نامراد مرض سے کس طرح چھٹکارا حاصل کرسکیں گے۔

کو کسی نے بتایا کہ کراچی چلے جاؤ۔ وہاں حضرت منگو پیر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کے قریب پانی کا ایک چشمہ ہے۔ اس چشمہ کے پانی سے زخموں

کو دھو ڈالو، آرام آجائے گا۔ اندھا کیا چاہے۔ دو آنکھیں۔ بچے نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ اپنی ماں سے پیسے لئے اور کراچی روانہ ہوگیا۔ اُس روز اُسے اس درد کی وجہ سے شدید بخار تھا۔ اسی حالت میں کراچی پہنچا، اور پندرہ روز بعد گھر واپس آیا تو جملہ اہلِ خانہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ بچے کو قدرت نے بچالیا۔ بچے نے بتایا۔ میں وہاں چشمے پر صرف ایک بار جاسکا ہوں، اور ایک بار ہی اُس چشمے سے زخموں کو دھوسکا ہوں۔ البتہ ایک کین میں پانی بھر لایا تھا۔ جو گاہے گاہے استعمال کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے زخم بالکل مندمل ہو گئے۔

میں نے اس واقعہ کا تذکرہ اپنے برخوردار ڈاکٹر محمد عبدالحمید حامدی۔ ایس۔سی ایم بی بی ایس۔ سے کیا۔ محمد عامر ان کے زیرِ علاج بھی رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے:۔ اس چشمہ میں گندھک کا آمیزہ ہے۔ اس لئے زخموں کو آرام آجاتا ہے۔ میں نے کہا۔ اس وقت پاکستان میں ہزاروں ماہرینِ امراضِ جلد موجود ہیں۔ اور یہ چشمہ صدیوں سے رواں دواں ہے۔ آخر کیا وجہ ہے۔ ڈاکٹر حضرات نے اس کا تجزیہ کیوں نہیں کیا۔ اسی نسبت سے پانی گرم کیا جاتا۔ پھر اسی نسبت سے گندھک کی آمیزش کرتے اور دکھی انسانیت کی خدمت کرتے۔ چونکہ ایسا نہیں ہوا۔ اور نہ ابھی تک کسی تحریک کا آغاز ہوا ہے۔ اِس لئے یہ بات باور کئے بغیر چارہ نہیں کہ اس چشمے کا تعلق ایک اللہ والے کی ذات سے ہے۔ اسی نسبت کی وجہ سے اس میں شفا رکھ دی گئی ہے۔

میرے دل میں آئی۔ قدرت نے ایسے ہزاروں شفاخانے کھول رکھے ہوں گے۔ جہاں سے دکھی اور مجبور انسانیت فیض پاتی ہوگی۔ کیوں نہ ان کے متعلق تحقیق کی جائے اور ان فیض کے چشموں کی نشاندہی کر دی جائے، تاکہ مخلوقِ خدا اُن سے استفادہ کر سکے۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے معاشرے میں جہالت اور ضعیف العقیدہ عورتوں کے حوالے سے سنی سنائی لایعنی، غیر تحقیق شدہ اور من گھڑت روایات کا ایک طوفان موجود ہے

اس لئے رطب و یابس کی دلدل سے بچ کر ایسے اشخاص کو تلاش کیا جائے جنہیں کہیں سے شفا ملی ہو۔ اُن کے انٹرویوز لیے جائیں اور تمام کیفیت از آغاز تا انتہائے آرام معلوم کی جائے، اور جس مرکزِ شفا سے فیض ملا ہو وہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لیا جائے اور ان بزرگوں کے مختصر اور مستند حالات بھی لکھ دیئے جائیں۔

اس سلسلہ میں کام شروع کیا تو سمیٹنا مشکل ہو گیا۔ وسائل کی کمی اور اپنی بے بضاعتی نے بارہا دیوارِ چین کی صورت اختیار کی لیکن ہر بار اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال رہی اور بندہ نے دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے میں ان اللہ والوں کے آستانوں پر حاضر ہو کر معلومات حاصل کیں۔ اب یہ حقیر تحفہ امت مسلمہ کے لئے حاضر ہے۔

روحانی شفاخانوں کی نشاندہی کے علاوہ اس کتاب میں مَیں نے چند روحانی نسخے بھی درج کر دیئے ہیں تا کہ عوام اس انداز سے بھی فیض حاصل کر سکیں۔

میرے قلم نے جہاں جہاں لغزش کھائی ہو اہلِ کرم سے اصلاح کی درخواست ہے۔

دعائے خیر کا طالب

عبدالحق ظفر چشتی

اظہارِ ممنونیت

میرے ابّا حضور، میاں عبد الغنی

جن کی دعاؤں کی رداء میرے سر پر تنی رہی۔

حکیم امت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری

جن کے مفید مشورے میرے لئے سہارا بنے۔

اقبال احمد فاروقی ، ڈاکٹر سید اظہر علی شاہ

جن کی نگارشات نے میری کاوش کو یقینِ محکم کا نام دیا۔

باجی نسیم اختر

جنہوں نے میری قلمی لغزشوں پر خوب خوب گرفت کی۔

راجہ رشید محمود ، اختر شاہ جہان پوری

جنھوں نے اپنے بحرِ زخّار سے اک بوند پانی کی نہ دی۔

احسان اللہ چیمہ ، ملک محمد سرور ، چودھری بشیر احمد نازؔ

جن کی عنایاتِ پیہم کا قرض کبھی نہیں چکا سکوں گا۔

عبد الوحید ، شیخ محمد صدیق ، شیخ محمد سعید

جن کی متاعِ خیر کی بیساکھی کے بغیر ایک قدم نہ چل سکتا تھا۔

محمد ادریس عاصی

روحانی شفاخانے کا حرف حرف جن کی پُر خلوص محنت کا غماز ہے۔

مینارِ یقین

ھوالشافی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ع مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

فاضلِ محترم جناب عبدالحق ظفر چشتی صاحب مدظلہ العالی کی ندرت کی حامل تالیف "روحانی شفاخانے" باصرہ نواز ہوئی۔ میری معلومات کے مطابق یہ تالیف اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل پہلی کتاب ہے۔ قبل ازیں اس طریقہ سے مزارات مقدسہ کے صرف فیضِ شفا کو یکجا طور پر پیش نہیں کیا گیا۔

آج ہر طرف "پاؤ پڑھے مولویوں" کا دور دورہ ہے۔ ان کو ساون کے اندھے کی طرح ہر طرف شرک ہی شرک نظر آتا ہے اور وہ چشتی صاحب کی تالیف منیف کو بھی شرک کی پٹاری قرار دیں گے۔ مگر یہ حقیقت اُن سے بالکل اوجھل رہے گی، کہ یہاں ذکر قبروں کا ہے اور مرحومین کا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے قبر اور موت کے خیال ہی سے مسلمانی ختم ہوجاتی ہے۔ گویا قبر اور موت کا ذکر خدائے حی وقیوم کی وحدانیت کے ذکر کا اقرار و اعلان ہے۔

قبور کی حیثیت و اہمیت حضراتِ انبیاء کرام (سلام اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مزارات اور حضور پُرنور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرقد منور سے ظاہر و باہر ہے اور تاریخ پر نظر رکھنے والوں پر واضح ہے کہ اُمم سابقہ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر آج تک تمام صلحائے امت سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر و انور سے اکتساب فیض کرتے آرہے

ہیں اور شعوری و لاشعوری طور پر اغیار بھی دنیاوی فیض پاتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں مقیم حضور پُرنور کے روضۂ اقدس کے زائرین و سائلین سے دنیا کا مال جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

اسی طرح سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اور ائمہ کبار کے مزارات مقدسہ سے دنیا نے ہر قسم کا فیض پایا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا روضۂ اطہر افغانستان کے شہر "مزار شریف" میں مرجع خلائق ہے۔ یہاں سے عقیدتمند روحانی (باطنی) فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں اور خاص ظاہری فیض یہ ہے کہ "نابینا افراد" وہاں جاکر بیٹھ جاتے ہیں اور جس وقت ان کی بینائی لوٹ آتی ہے۔ اس وقت سلطان ولایت کے در سے اُٹھتے ہیں۔

۱۹۷۳ء میں احقر حضرت شیخ المشائخ پیر فضل عثمان مجددی کے ختمِ چہلم میں شرکت کے لئے کابل گیا تو پہلے پشاور میں حضرت قبلہ سید محمد امیر شاہ قادری مدظلہ العالی کے ہاں حاضری کا شرف حاصل کیا، اور عرض کیا کہ افغانستان جارہا ہوں۔ اس پر حضرت شاہ نے "مزار شریف" حاضری دینے کی تاکید فرمائی۔ پھر خانقاہ مجددیہ کابل کے سجادہ نشین حضرت ضیاء المشائخ محمد ابراہیم خان مجدی زید مجدہٗ نے "مزار شریف" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے خاندان کے متعدد بزرگوں کا کشفِ صریح و صحیح یہ ہے کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا صحیح مدفن مزار شریف" میں ہے، اور ان کی یہ کرامت مشہور ہے کہ نابینا لوگ وہاں جاتے ہیں اور بینا ہو کر لوٹتے ہیں۔" مگر احقر اس مقدس مقام کی زیارت سے محروم رہا۔ اگلے روز کتب کی تلاش میں نکلا تو ایک تاجر کتب سے حضرت عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی کی تالیف "تاریخچہ مزار شریف" بہم دست ہو گئی۔ غرض کہ حضرت

علی المرتضیٰ شیرِ خدا کی ذات ستودہ صفات بہ فیضِ مصطفوی اللہ تعالیٰ کے جملہ اسماء صفاتی کا مظہر تو ہے ہی۔ مگر بیناؤں کے لئے اسمِ شافی۔ بَصِیرٌ اور نور کا دریائے فیض ہمہ وقت موجزن رہتا ہے[1]

اسی طرح مولائے کائنات وسلطانِ ولایت اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فیض یافتگان بھی اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی صفاتی نام کے مظہر ہوتے ہیں۔ حضرت چشتی صاحب قبلہ نے اپنی اس تالیف لطیف میں صرف اُن اولیاء کرام کے احوال و کرامات کو درج کیا ہے جو رب کریم کے اسم شافی کے خاص طور پر مظہر ہیں۔

چند ایک اکابر امت کے اقوال و اعمال اصحاب قبور سے استفاضہ و استعانت کے سلسلہ میں شکوک و شبہات اور اوہام باطلہ کو دور کرنے کے لئے کافی مفید ثابت ہوں گے۔

حضرت علامہ عزالدین بن جماعہ محدث نے کتاب "انس المحاضرہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"امام سفیری جنہوں نے مجالس احادیث بخاری کی شرح فرمائی ہے۔ علی بن میمون کا یہ قول نقل کیا ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ "حضرت امام ابوحنیفہ قدس سرہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ان کی

---

[1] سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روضے نجف اشرف اور "مزار شریف" میں بتائے جاتے ہیں۔ نجف اشرف میں روضے کی حیثیت بھی ظنی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اولیاء کبار کے ساتھ جو مٹی منسوب ہو جاتی ہے وہیں سے چشمۂ فیض جاری ہو جاتا ہے۔ "مزار شریف" میں آپ کے مرقد منور سے متعلق پاک و ہند کے لوگوں کو بوجوہ بہت کم علم ہے۔

قبر پر جا کر اپنی حاجت روائی کے لئے دعا کرتا ہوں تو وہاں سے علیحدہ ہونے سے پہلے ہی وہ پوری ہو جاتی ہے۔"

بحوالہ "استعانت" مطبوعہ حیدرآباد دکن تالیف ابوالفضل سید محمود قادری سیشن جج صد ۹۳

جناب علامہ منصور علی محدثِ دکن نے معتبر حوالے سے "فتح المبین" میں نقل کیا ہے:

"تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمیشہ علماء اور حاجتمند حضرات امام ابوحنیفہ کی قبر کی زیارت اور اپنی حاجتوں کی تکمیل کے لئے ان سے توسل کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ ان کی حاجتیں پوری ہوتی رہیں۔ ان ہی میں ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تھے جب بغداد میں آپ (امام شافعیؒ) کا قیام تھا وہ حضرت ابوحنیفہ کے مزار کے پاس آئے اور فرمایا کہ میں تم کو ابوحنیفہؒ کے توسل کی تاکید کرتا ہوں۔"

"حضرت امام قشیری نے رسالہ قشیریہ میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے کہ ان کی قبر کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی تھی۔ اور اہلِ بغداد کہتے تھے کہ قبر معروف تو تریاقِ مجرب ہے۔"

(بحوالہ رسالہ قشیریہ۔ از امام قشیری مطبوعہ مصر صد ۱۱ بحوالہ استعانت)

نہ ماننے والے گروہ کی ایک مسلمہ شخصیت اور مرشدِ اعظم جناب سید احمد بریلوی کے بھانجے مولوی محمد علی صاحب نے سید موصوف کے حالاتِ زندگی تا سفر حج بنام "مخزن احمدی" لکھتے ہیں۔ مولف سید صاحب سفر حج میں ان کے ہمرکاب تھے اس کتاب میں مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ "جب ہم وادی صرف میں پہنچے، جہاں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار فائض الانوار ہے۔ اُس روز میں بھوکا تھا اور طلبِ نان میں ہر طرف دوڑا مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ ناچار حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر فریاد کی اور انھوں نے فریاد رسی فرمائی۔" مولوی محمد علی صاحب

کس طرح استغاثہ کرتے ہیں۔ ان ہی کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے :۔

"پیش تربتِ شریفہ گدایانہ ندا کردہ گفتم کہ اے جدہ امجدہ من مہمانِ شما ہستم، چیزے خوردنی عنایت فرما و مرا محروم از الطاف کریمانہ خود منما انگاہِ سلام کردم و فاتحہ و اخلاص خواندہ ثوابش بروح پُر فتوح فرستادم آنگاہ نشستہ سر بر قبرش نہادہ بودم از رزاق مطلق و دانائے برحق دو خوشہ انگورِ تازہ بدستم افتادہ طرفہ تر آنکہ ایامِ سرما بود ہیچ جا انگور تازہ میسر نہ بود۔ بحیرت افتادم ویکے ازاں ہر دو خوشہ ہمون جا نشستہ تناول نمودہ از حجرہ (روضہ) بیروں شدم ویک یک دانہ بہریک تقسیم کردم۔"

(بحوالہ "مخزنِ احمدی مؤلفہ سید محمد علی ص ۹۹)

یعنی میں نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار مقدس پر گدائے بے نوا کی صورت ندا کی کہ اے دادی جان کہ میں آپ کا مہمان ہوں اور کھانے کو کوئی چیز میسر نہیں مجھے اپنے خاص الطافِ کریمانہ سے کھانے کو کچھ عطا فرمائیے۔ ساتھ ہی اس دوران میں سلام کیا۔ فاتحہ و اخلاص پڑھی اور اس کا ثواب ان کی روح پر فتوح کو بھیجا۔ اسی دوران قبر مبارک پر سر رکھ کر بیٹھا تھا کہ رزاق مطلق اور دلوں کے رازوں سے آشنا پروردگار کی طرف سے تازہ انگوروں کے دو گچھے میرے ہاتھ میں آگئے۔ طرفہ تر یہ کہ موسم سرما تھا اور اس موسم میں انگور ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا تھا۔ میں بہت حیران ہوا۔ ان دو گچھوں میں سے ایک میں نے وہاں تمام بیٹھے ہوئے لوگوں میں تقسیم کیا اور انہوں نے تناول کیا۔

بعد فوت زوج ختم المرسلین	رفتہ چندیں قرنہا اے نُور بیں
بنگر از وے ایں کرامت یافتم	مایۂ صد گونہ نعمت یافتم

تصور فرمایئے، مولوی محمد علی صاحب نے کس طرح گدایانہ ندا کی اور قبر انو

سر رکھا اور انگور عطا ہوئے۔ پھر ایک خوشہ تمام ساتھیوں میں تقسیم کیا جن میں سید صاحب سر فہرست تھے۔

حضرت چشتی صاحب نے "روحانی شفاخانے" تالیف کر کے عقیدۂ اہلِ سنت کی صحیح سمت راہنمائی کی ہے۔ بدعمل اور بدعقیدہ تعویز فروشوں[1] سے بھی بچا لیا ہے اور مشہور قول ہے "مسلماناں در گور مسلمانی در کتاب" کی حقیقت بھی واضح ہو گئی ہے اور حضرت سلطان العارفین سلطان محمد باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مصرعِ ذیل کی تفہیم آسان ہو گئی ہے۔

نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہُو

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ جناب چشتی صاحب زید مجدہ کی اس سعی جمیلہ کو مشکور فرمائے۔ آمین۔ بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آخر میں چشتی صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ اس موضوع پر تحقیق جاری رکھیں اور ایک ضخیم کتاب کی صورت میں یہ مواد عوام کے سامنے لائیں۔

خاکِ راہِ دردمنداں

محمد موسیٰ عفی عنہ ، لاہور ، یکم محرم الحرام ١٤٠٩ھ

---

[1] تعویزات کے اثرات وجواز سے انکار ممکن نہیں۔ مگر شومئی نصیب کہ اس وقت لاہور کے ٩٠ فیصد تعویز فروش دشمنانِ صحابہ، تفضیلیہ اور نجدیہ ہیں۔ ان میں سے اکثر عامل قرآنی کہلاتے ہیں۔ حالا سحر وجادو کرتے ہیں اور بھنگیوں (عیسائیوں) نے بھی یہ مکروہ دھندا شروع کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ و معون رکھے۔ آمین۔

سائنسی اُفق پر

انسان محض گوشت اور پوست کا پُتلا نہیں ہے۔ کائنات میں جان دار مخلوق میں سے ارفع و اعلیٰ صفات کا حامل انسان، جسم و جان کے ساتھ ساتھ سوچ کا تصوّر اور ذی شعور ہونے کا خاصہ اور پھر حضور سرورِ کون و مکاں صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی ذات میں انسانیت کی معراج باقی تمام حشرات الارض سے انسان کو ممتاز کرتی ہے۔ یہی امتیاز اسے اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازتا ہے۔

بیماری کے دوران روحانی اذیّت اور صحت کے چلے جانے کا احساس، اَن دیکھے خدا سے نجات کی التجا اور گناہوں سے توبہ صرف حضرت انسان کا حصّہ ہے۔ بیماری بے شک اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتی ہے اور شفا بھی اُس کی جانب سے نصیب ہوتی ہے۔ اس یقین کے ساتھ ہر امتحان میں صبر و استقلال کا پیکر بن جانا ناصبوروں کے لئے باعثِ حیرت و استعجاب بن جاتا ہے اور عبرت کا سبب بھی۔ بیماری کا احساس ختم ہونے سے آدھی بیماری خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ ہمارے اندر کئی ایک تکالیف مسکن بنائے ہوتی ہیں۔ کہیں پتھریاں ہیں، کہیں غدود ہیں۔ لیکن لاعلمی کی وجہ سے اُن کا احساس نہیں ہوتا۔ روح بے چین نہیں ہوتی، اور اگر ٹسٹ کروانے پر معلوم ہو جائے تو بے چینی و بے قراری سوہانِ روح بن جاتی ہے۔ روح کو اس بے چینی سے محفوظ کرنے کے لئے سکون آور Tranquilizer کا استعمال ہوتا ہے۔ کوئی طبیب، حکیم، ڈاکٹر یا داتا

مرض کی نوعیت اور اس کے مداوے سے مطلع کر دے تو وسواس اور گمان ختم ہو جاتے ہیں۔ ڈھارس بندھ جاتی ہے اور کلمہ گو ہونے کا مان اور حضورؐ سے نسبت مسلمان کو زندگی بھر ہر قسم کے سود و زیاں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اس کے برگزیدہ بندوں کے مقامِ رہائش و مدفن و مرقد انوارِ الٰہیہ کا محور ہوتے ہیں۔ ہمارے لئے اُن کا وجود ٹیلی ویژن کے Booster Station کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ لوگ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہوتے ہیں۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ۔ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۞ اِن حضرات کے ساتھ بیماری کے دوران ایک واسطہ رکھنا، اُن کے ساتھ نسبت اور ذہنی رشتہ Sense of Belonging یا سیدھے سادے لوگوں کا یہ کہنا کہ "اللہ نبی وارث" اور "مرشد جانے" کا یقین محکم کئی ہزار Valium کی گولیاں کھا لینے سے زیادہ حوصلہ بخش ہوتا ہے۔ بظاہر یہ الفاظ اتنے وزنی نہ سہی اور منکرین کو مناسب نہ لگتے ہوں تو بھی راضی برضا ہو کر صدقِ دل سے ایک توقع کے ساتھ کہ "بیماری اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے اور وہی شفا بھی دے گا۔" بیماری کے احساس کو بلکہ اکثر اوقات خود بیماری کو کم کر دینے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارشاد سے ذبح شدہ جانوروں کا دوبارہ زندہ ہو کر آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آنے کا تذکرہ قرآنِ پاک میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی زبان جو شرک و کفر سے پاک ہوتی ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری کا تقدس چہرے کی نورانیت سے عیاں ہوتا ہے۔ اُن میں سے کسی کا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کسی بندہ کو شفاء کی دعا دینا ہی ایک غدود Pituitary Gland اور Hypothalamus' (دماغ کے حصّے) کے ذریعے ارادی اور غیر ارادی

پٹھوں پر ایسے حوصلہ افزا الفاظ کا اثر بھی Glands اور رطوبتوں کو جاری کر کے ہوتا ہے اور کئی دفعہ بغیر دوائی کے جسم انسانی میں ایسی تبدیلی واقع کر دیتا ہے کہ آدھی سے زیادہ بیماری بغیر علاج ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اولیاء کرام اور بزرگ ہستیوں سے کئی ایک کرامات دنیا کے سامنے ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ جو محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اس میں شرک کا کوئی مسئلہ نہیں۔ بعض اوقات بیماری ہوتی ہی بہت کم ہے اور محض Psycho Therapy یا Suggestive Therapy سے مریض محسوس کرتا ہے کہ خطرے میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "جن نہیں ہوتا جن ہوتا ہے"۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور مریض صرف ماہرِ نفسیات طبیب کی ذرا سی توجہ سے ہی تندرست ہو جاتا ہے۔ عام لوگ کئی ڈاکٹروں اور حکیموں کے متعلق یہ آزما چکے ہوتے ہیں کہ ان کی دہلیز پر جانا ہی آدھی بیماری ختم کر دیتا ہے اور ناگزیر سمجھ کر وہ ہر تکلیف میں وہاں بھاگے آتے ہیں۔

بعض خاندانوں یا اشخاص کو نسلاً بعد نسلٍ یا سینہ بہ سینہ کسی بزرگ اور اللہ والے کی دعا سے بخشش حاصل ہوتی ہے اور وہ کسی مرض کے لئے دعا کرتے ہیں، دم کرتے ہیں، ہاتھ لگاتے ہیں یا کوئی آیت مبارکہ پڑھ کر دم کرتے ہیں تو مریضوں کو نہ صرف یہ کہ آرام آتا ہے بلکہ انہیں ایک ذہنی سکون و اطمینان بھی نصیب ہوتا ہے۔

روحانی شفا خانوں کی نشاندہی ایک مشکل امر ہے۔ اُن کے لئے بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس روحانی شفا خانے والی شخصیت کتنی پُراثر ہے اُن کا سلوک و مرتبہ کیا ہے؟ آیا بے لوث بھی ہیں یا حرص و آز کے بندے ہیں؟ ان کی شخصیت کتنی پُراثر ہے۔ اُن کا مرتبہ طہارت کس قدر ہے۔ اُن کی ذاتی

Organic Element اور Functional Element کا تصور اور وجود اور اس کے نفسیاتی پہلو کا علاج اگر روح کی تسکین کے لئے ہے، تو یہ اعتقاد اور اعتماد ایک پیچیدہ دباؤ کے ذریعے بیماری کم کرنے میں ممد ثابت ہوتے ہیں۔

مغربی ممالک کے ہسپتالوں میں حد درجہ کی صفائی، خوش وضع و خوش خلق سٹاف ممبران کی موجودگی، ہر مریض کے ذوق کے مطابق ٹی وی پروگرام یا ہلکی پھلکی موسیقی، ہر مریض کے لئے پھولوں کے تحفے، مشنری ہسپتالوں میں مریض کے پاس کھڑے ہو کر پادری کا دعا کرنا یہ سب کچھ بیماری میں روح کی تسکین کا سامان ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی عظیم پُراعتماد شخصیت T.wering Personality جسے خدا کی ذات پر بھروسہ ہو وہ کہہ دے کہ جاؤ اللہ کریم کرم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا تو کیا یہ روحانی سکون اور جسمانی تسکین کا باعث نہیں بنے گا ؟

شعور و لاشعور کے ماہر جرمن مفکر Sigmono Freud سگمنڈ فرائڈ اور دوسرے مفکرین کے فارمولے بیماریوں کی جڑوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ مریض اپنا مرض چھپانا بھی چاہے تو نہیں چھپا سکتا۔

Psychiatrist اور Hypnosis کے ماہرین سالہا سال کی پرانی بیماریوں کی تہہ تک پہنچ رہے ہیں۔ Acupuncture کے ذریعے علاج ایک مصدقہ طریقِ علاج اور حقیقت ثابت ہو چکا ہے تو کیا نیک فطرت و سرشت بندۂ خدا ماتھے پر ہاتھ پھیر کر کہہ دے کہ اللہ خیر کرے گا، کیا کم حوصلہ افزا ہو سکتا ہے؟ Boyd's Book of Pathology کے حوالے سے تازہ ترین تحقیق تو یہ سامنے آئی ہے کہ جو اشک آنکھوں سے نہیں بہتے، وہ

معدے میں تیزابیت پیدا کرتے ہیں اور مقعد سے بخشش کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ روحانی بیماریوں کا اگر علاج نہ کیا جائے تو وہ جسمانی بیماریاں بن کر آئندہ کے لئے روگ بن جاتی ہیں۔ کیا یہ ایک بین الاقوامی حقیقت نہیں ہے "Emotions lead to Lesions" کہ جذبات امراض کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر کیوں نہ بیشتر جسمانی بیماریوں کو روحانی بیماریوں کی بنیاد سمجھ کر ذہنی و روحانی سکون پہنچا دیا جائے۔ یورپ اور ایشیا کے مختلف مقامات پر گرم پانی کے چشموں پر مریضوں کی بھیڑ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وقت سے چلی آرہی ہے۔ ان مقامات کو "SPAS" کہتے ہیں۔ اُن چشموں کا مادی دنیا نے تجزیہ کیا، تو Heat Therapy کے ذریعے علاج کرنے، گندھک اور دوسرے نمکیات کا اثر ثابت کرکے روحانی سے مادی علاج میں تبدیل کر دیا ہے۔

ایک مریض جب گھر سے کسی ایسے روحانی شفاخانے جانے کے لئے روانہ ہوتا ہے تو اس کے اعتماد اور شفاء مل جانے کی یقینی اُمید سے جسم کے اندر Homonal Change آجاتی ہے وہاں جاکر خدا سے عاجزی کے ساتھ دعا کرنا، بزرگانِ دین سے گہری عقیدت و محبت، ان کے مزارات مقدسہ کی عظمت و رفعت سے حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ یہی حوصلہ مرض کے کم ہونے یا ختم ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں ماہر ماہر ڈاکٹر یہ کہنے پر مجبور ہیں He only lives who will to live کہ جو شخص زندہ رہنا چاہتا ہے وہی زندہ رہتا ہے تو یہ حوصلہ یہ اُمید کی کرن اور اپنی طرف سے چارہ کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر توکل اور بھروسہ ایک بہت بڑی اندرونی

ہیجان انگیز طاقت پیدا کرتا ہے Do your best and leave the rest to God. یعنی اپنی کوششیں جاری رکھو اور بعد کے نتائج کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دو۔ عارف رومی نے فرمایا ہے ؎

گر توکل می کنی دد کار کن

کار کن وتکیہ بر جبار کن

یعنی اگر تو خدا کی ذات پر توکل کرنا چاہتا ہے تو پہلے دو کام کر۔ ایک تو کام کر اور پھر خدائے جبار پر بھروسہ کر۔ ان حقائق وعقائد کے ذریعے عمل اور توکل سے جذبات کے دھارے ہر قسم کے سود وزیاں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔

حضور پرنور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا "طبیب قلبی وجسمانی وروحانی ہونا اور رحمت وکرم کا مظہر ہونا کون نہیں جانتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیماروں کے جھرمٹ میں ہونے کا مژدہ اس چیز کا حامل ہے کہ ان کی ذات بھی ادویات کے بغیر شفا کا سبب تھی۔ کئی لاعلاج مریضوں کا خواب میں حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے شفا حاصل کرنا۔ ایک نبی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کے صدقہ جاری ہونے والے کنوئیں سے آب زمزم کے پینے سے کئی ایک امراض کا دم توڑ جانا آرام و سکون کے یقین کو تقویت دیتا ہے۔ کسی مریض کے کسی ایک طبیب سے قلبی تعلق اور اعتماد کی وجہ سے معمولی سی دوا سے آرام آجاتا ہے۔ جب کہ کسی دوسرے ڈاکٹر سے اعلیٰ ترین نسخوں کا استعمال بھی بے کار جاتا ہے۔

موجودہ دور میں نفسیاتی بیماریاں زیادہ ہو رہی ہیں۔ جعلی پیر لوگوں کو تعویز گنڈوں سے جھوٹے وعدے اور تصوراتی چکر دے کر بے پناہ دولت

کما رہے ہیں اور اسے کاروبار بنا کر لوگوں کی نفسیاتی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اگر ایسے حالات میں ایک شخص ان لیٹروں سے بچ کر شرک و کفر کو بالائے طاق رکھ کر صدق دل سے باوضو ہو کر اور گناہوں سے تائب ہو کر کسی برگزیدہ شخصیت کے حوصلہ دینے اور اپنی بیماری کو رفع کرنے کے لئے دعا کرتا ہے یا کسی روحانی شفا خانے سے پانی، مٹی یا پتھر استعمال کرتا ہے اس نیت سے کہ یہ مقامات انوارِ الٰہیہ کے نزول کا مرکز ہیں بلکہ یہ Booster Stations ہیں تو وہ کیونکر ٹھیک نہ ہوگا؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین ہر دور ہر وقت زبانِ حال سے یہ اعلان کرتے نظر آتے ہیں کہ ؏

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

وہ وقت دور نہیں جب مشرق و مغرب کے فرنگی اور سنیاسی مرض کے روحانی پہلوؤں کو زیادہ اہمیت دینے لگیں گے چین میں HYPNOSIS یا Achupuncture سے بغیر تکلیف کے بچے پیدا ہو سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ پیٹ کے خطرناک آپریشن تک ہو سکتے ہیں تو کیا مزارات مقدس کے تقدس اور پاکیزگی کے روحانی اثرات سے بیماری میں کمی یا بیماری کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

دورِ حاضر کے ماہر طبیب اور ڈاکٹر حضرات تحقیق کے دوران ایک دوائی کے اثرات دیکھنے اور مقابلہ کے لئے ایک نقلی دوائی استعمال کرتے ہیں مثلاً سادہ چینی یا چاک وغیرہ کیپسولوں میں بھر کر دے دیتے ہیں۔ جس کا طبی نام Placebo دیا جاتا ہے۔ یہ بات باعثِ حیرت و استعجاب ہے کہ 30 ۴۰ فیصد مریض اس Placebo کے ذریعہ یعنی سادہ چینی یا چاک وغیرہ کے

کیپسولوں کے استعمال سے ہی شفایاب ہو جاتے ہیں جو عام حالات میں کسی طرح بھی قرینِ قیاس ہی نہیں۔

روحانی شفاخانوں کو مخالفین نے ذلیل کرنے یا بدنام کرنے اور ان سے لوگوں کو بدظن و متنفر کرتے انہیں فراڈ اور شرک کا درجہ دیتے ہیں جن کو بنیاد بنایا ہے وہ موجودہ دور کے تعویذ گنڈے کرنے والے خود ساختہ جعلی روحانی شفاخانے ہیں یا پھر ایسی Organic بیماریوں کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے جیسے چوٹ سے خون بہنا، ہرنیا، یا ناقابلِ علاج جڑوں والے کینسر کے مریضوں کو لاکھڑا کیا ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ جس مرض نے اپنے پنپنے میں کئی سال لگائے ہیں۔ اس کے ازالے کیلئے تو اتنا ہی وقت درکار ہوگا۔ اس کے باوصف بعض اوقات عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے کہ اتنی جلدی شفا کس جانب سے آگئی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ڈاکٹر اطہر علی شاہ۔ ایم بی بی ایس

اسلاف کی شہادت

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اتنا کریم اور مہربان ہے کہ انسانی تصورات اس کے لطف و کرم کا اندازہ نہیں کر سکتے وہ اپنی مخلوق کو تخلیقی شکل دیکر اپنی شفقت و کریمی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ پھر اس کی نشو و نما کر کے اپنے الطاف واکرام کی دلیل قائم کرتا ہے۔ روئے عالم پر جملہ تخلیقات میں سے حضرت انسان اس کی عنایاتِ کریمانہ کا خصوصی مظہر بھی ہے اور مہبط بھی۔ اسے اشرف المخلوقات قرار دے کر اپنے پیار و محبت کی اشرف العنایات سے نوازتا ہے۔ معلوم دیتا ہے کہ انسان کی تخلیق اس کی مہر و محبت کا نمونہ ہے جب وہ اس پر عنایات کریمانہ کی بارشیں برساتا ہے۔ ساری کائنات اس کے مقدر پر رشک کرتی ہے۔ پہلے اس نے انسان کو پیدا فرما کر اپنی کمال مَحبّت کی دلیل قائم کی۔ پھر اس کو موت سے ہمکنار کر کے اپنی رحمت کے قریب لا کر ابدی زندگی سے نوازا۔ گویا حضرتِ انسان کی زندگی و موت ہر دو خدائے قدس و برتر کی رحمت و کرم کے وقتی اور ابدی انداز ہیں۔ زندگی کائنات ارضی پر رحمتوں کا اظہار اور موت ابدی زندگی کی تشکیل میں اس کی کرم نوازیوں اور نوازشاتِ پیہم کا مظہر۔

وہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان و شفیق ہے کہ اس کا بندہ جہاں کہیں بھی ہو اس کی نگاہ رحمت میں ہے اور وہ اپنے کسی بندے کو تکلیف و مصیبت

یا عذاب میں مبتلا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ کائنات ارضی پر اس کا کوئی بندہ کسی مصیبت کا شکار ہو تو اس کی شفقتیں اس کی صحت و توانائی کے لیے آگے بڑھتی ہیں۔ یہ ساری بیماریاں، پریشانیاں، مصائب و آلام کے جھکڑ کائناتِ ارضی کی آلائشوں اور اثراتِ بد کا نتیجہ ہیں۔ یہ کہکشاں یہ ستارے یہ سیارے یہ شمس و قمر کے روشن چراغ یہ مریخ و عطارد، ان ارضی آلام و مصائب کے یک گونہ ازالے کا سبب ہیں۔

اس ارضی نظام سے ماوریٰ بھی اس کے بندے موجود ہیں۔ ملائکہ، فرشتے ارواح اور دوسری بے پناہ مخلوق اس کے بندوں میں شامل ہیں جو زمینی محور سے ہٹ کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن کبھی بیماری، تکلیف اور پریشانی کا شکار نہیں ہوتے۔ فرشتوں کے متعلق کبھی نہیں پڑھا یا سنا کہ ان کے ہاں طاعون پھیل گئی ہو یا کسی کو بخار آ گیا ہو یا نزلہ و زکام کا شکار ہو گئے ہوں۔ عالمِ ارواح میں اُن کروڑوں بندوں میں سے کبھی کوئی جسمانی یا روحانی امراض میں مبتلا نہیں ہوتے۔ تو ہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کائنات ارضی پر حضرت انسان کے مصائب و عوارض زمینی اثرات اور آلائشوں کا نتیجہ ہیں۔ ان عوارض و مصائب سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کے ہزاروں آثار و رجال پیدا فرمائے ہیں۔ تاکہ اگر اس کا کوئی بندہ زمینی آثار سے دکھ درد میں مبتلا ہو تو اس کا علاج بھی کیا جائے۔ جہاں صرف جسمانی امراض کے لئے زمین ہی سے جڑی بوٹیاں، پھل پھول اور پتے پیدا کیے، کائنات سماوی سے رحمتِ باراں کے قطرات فضائے بسیط کے پر لطف ماحول شمس و قمر کے نظام کی حکمتیں ان کا علاج اور مداوا ہیں۔ وہاں روحانی اور معاشرتی بیماریوں کے لئے اس نے اپنے باکمال اور اعلیٰ شخصیات، انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ تاکہ

اس کے قلبی بیمار اور معاشرتی مصیبت زدہ بندوں کو ان مصائب و آلام کی دلدل سے نکالا جائے۔ اُن عظیم شخصیات میں سے نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تو خصوصاً رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ اللہ رب العزت نے اپنی مجبور و مقہور مخلوق کی مجبوریوں اور مقہوریوں کا تادم زیست مداوا کر دیا۔ سرگروہ انبیاء و مرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۹/۱۲۹

اس نبی رحمت نے دنیا کے سامنے دامنِ کرم و رحمت پھیلایا، جاں بلب مریضوں پر مسیحا امرت کا جام لے کر آکھڑا ہوا اور منتیں کرنے لگا کہ ایک گھونٹ حلق سے اتار لو صحت یاب ہو جاؤ گے۔

اس کے علاوہ حکیموں، ویدوں اور ڈاکٹروں کی ممتاز جماعتوں کو بیشمار صلاحیتوں سے نواز کر اپنے بیمار اور پریشان حال بندوں کے علاج معالجہ کے لئے ہر شئے کی حکمتوں کی تہہ تک پہنچنے کی گہرائی و گیرائی عطا فرمائی۔ پھر ان عوارض و مصائب کی تکالیف کو کم کرنے کے لئے اس نے ان گنت نعمتیں پیدا فرما کر اپنے بندوں پر اپنے پیار و محبت کا اظہار فرمایا۔ انسانی زندگی کو اس انداز سے دیکھا جائے تو اللہ کی رحمتوں کی فراوانی نظر آتی ہے۔ ان آثار رحمت کی فراوانی کے پیش نظر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ قہر و غضب کے اظہار کی بجائے اپنے بندوں پر رحمت و شفقت فرما کر اپنی شانِ کریمی کو قائم فرماتا ہے۔

إِنَّ رَحْمَتِي وَسِعَتْ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق خصوصاً حضرات ابنِ آدم اللہ تعالیٰ کے پیار و محبت کے سائیوں میں رہتے ہیں، تاہم اولادِ آدم میں اُسے وہ طبقہ بہت

ہی پسند ہے جو اس کے دینِ اسلام پر قائم رہ کر اس کی آستانِ الوہیت پر سرِ نیاز تسلیم کرتا ہے۔ جو طبقہ انبیاء و رسل کی ہدایات کی روشنی میں زندگی کی تاریک راہوں کو منور کرتا ہے اور خدائے ذوالجلال کی رضا و خوشنودی کے لیے سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔ اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام کے اس طبقہ میں سے اس کے محبوب سید الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا کی امت اپنی نیاز مندی کی وجہ سے اُسے خصوصاً محبوب رہی ہے۔ اس نے اس امت کے ایمان، اعمال اور تسلیم و رضا کے کارناموں کی ہمیشہ تعریف کی ہے۔ ان کی جانبازیوں کو سراہا ہے۔ ان کے اتباعِ رسول کے جذبہ کی قدر کی ہے۔ انھیں اقوامِ عالم میں برتر اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ کہہ کر ممتاز بنایا ہے۔ پھر اس اُمت پر اپنی رحمتوں اور شفقتوں کا اظہار جس شان سے ظہور فرمایا، اس کی مثال اقوامِ عالم کے دوسرے طبقوں میں بہت کم ملتی ہے۔ اس کے محبوب کی امت کا ایک ایک فرد اس کی رحمت و مغفرت کے دامن میں ہے۔ اس کے حبیب کے نام لیوا دنیا و آخرت میں اس کی محبت و شفقت کے انعام یافتہ ہیں۔ اس امت مغفورہ پر اپنی رحمت اور بخشش جاری رکھنے کے لئے اپنے حبیب کی امت کے برگزیدہ بندوں (اولیاء اُمت) کو اپنے پسماندہ اور گنہگار بندوں کی نگہداشت کا ضامن بنا دیا۔ ان اولیاء امت کی شفقت اور رحمت کے دامن ہمیشہ عام انسانوں کیلئے دراز رکھے اور یہ لوگ اپنی روحانی اور جسمانی بیماریوں کے مداوا کے لئے ان اولیاء اللہ کی کرامات اور خوارق سے استفادہ کرتے آئے ہیں۔ اولیاء کاملین اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایات کے مظہر ہیں اور ان کی وساطت سے اللہ کے بندوں پر رحمت اور شفقت کی مثالیں بلا خوفِ تردید موجود ہیں۔ ایسے اولیاء اللہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہنمائی کے ساتھ ساتھ

جسمانی اور روحانی بیماریوں کی اصلاح کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ انھیں تصوّف کی اصطلاح میں رجال اللہ (مردانِ خدا) کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک نے انھیں رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ (سورہ نور ۴، ۲۴) کے الفاظ سے تعریف کی ہے۔ یعنی بندگانِ خدا ایسے ہیں جنھیں دنیا کی تجارت اور دوسری مصروفیات اللہ کے ذکر (خدمتِ خلق سے) نماز کے قیام اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتیں۔

ایسے بندگانِ خدا کا وجود حضرت آدم علیہ السلام سے نبی آخر الزمان صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک قائم رہا اور ان کی ہزاروں امثال صفحاتِ قرآن میں محفوظ ہیں اور حضور کے زمانہ مقدّس سے نزول مسیح تک رہے گا۔ محققین نے رجال نے لکھا ہے کہ قیام کائنات کا دارومدار بندگانِ الٰہی رجال اللہ پر ہے۔ یہ امور تکوینی کے انتظام وانصرام پر مامور ہیں۔

غلام جیلانی برق "من کی دنیا" میں رقم طراز ہیں (ص ۲۹)

"ماہرینِ روح کی تازہ تحقیق یہ ہے کہ آواز تو رہی ایک طرف وہاں ارادہ وخیال سے بھی لہریں اُٹھنے لگتی ہیں۔ کاسمک ورلڈ میں تین قسم کی روح آباد ہیں۔ جن، فرشتے اور مرے ہوئے لوگوں کے اجسام لطیفہ۔ اس مخلوق اور ساکنانِ زمین کے درمیان نامہ وپیام یا مدد و امداد کا سلسلہ ان کاسمک وائبریشنز کی وساطت سے ہوتا ہے۔ ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہونے کے بعد نیاز وگداز میں ڈوب کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ہمارے اندرونی جذبات کی قوت (ایموشنل انرجی) کاسمک ورلڈ میں زبردست لہریں پیدا کرتی ہیں۔ جب یہ لہریں

فیض رساں طاقتوں سے ٹکراتی ہیں تو انہیں بےچین کر دیتی ہیں
وہ یا تو خود ہماری مدد کو دوڑتی ہیں اور راستے کی ہر رکاوٹ کو دور
کر دیتی ہیں یا خیال کی کوئی لہر وہاں چھوڑتی ہیں جو ہمارے دماغ
سے ٹکرا کر ایک ایسی تجویز کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جس پر عمل پیرا
ہونے سے ہماری تکلیف دور ہو جاتی ہے۔" (صـ۲۹)

یعنی وہ نیک ارواح اور اجسام لطیفہ مخلوقِ خدا کی بےچینی سے بےقرار ہو جاتی ہیں اور وہ ان کے مداوے کے لیے ہر ممکن راستہ اختیار کرتی ہیں جس طرح حق تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ اس کی مقتضی ہے کہ وہ آفتاب کو نور عطا فرماتا ہے اور اس آفتاب سے سارے عالم کو روشن کرتا ہے اور کائنات ارضی کے لامحدود امور اس روشنی سے طے پاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے انوار اپنے بندوں پر وارد فرماتا ہے۔ تاکہ نسلِ انسانی کے مسائل حل ہوں۔

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۳۹ : ۶۱

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو ہر الجھن سے کامیاب بنا کر نکالتا ہے۔ انہیں نہ کوئی دُکھ ستا سکتا ہے اور نہ پریشانی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۔ ۲۹ : ۷

ہم نیک اور ایمانداروں کے دکھ درد یقیناً دُور کر دیں گے

ایسے حضرات کے دو طبقے نہایت ہی منظم طریقہ سے کام کرتے ہیں ان میں ایک طبقہ اولیاء ظاہرین اور دوسرا اولیاء مستورین کا ہے۔ اولیاء ظاہرین

مخلوق کی ہدایت اور راہنمائی پر مامور ہیں۔ مگر اولیاء مستورین کے سپرد ایسے امور ہیں جو عام انسانوں کی نگاہِ خرد سے مستور ہیں۔ یہ خلقِ خدا کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ مگر اظہار کی ضرورت سے مستغنی ہوتے ہیں۔ کوئی ان کے کمالات کو تسلیم کرے یا نہ کرے، وہ خدمت خلق میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔ انہیں علمی دنیا میں رجال الغیب یا مردان غیب بھی کہا جاتا ہے۔

لندن کے شہرۂ آفاق طبیب اور سکالر ڈاکٹر کانن ام۔ ڈی۔ ڈی۔ پی ام۔ ام۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایف۔ آر۔ جی۔ ایس روحانیات سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ہندوستان اور تبت کا دورہ کیا اور اپنے مشاہدات ایک کتاب میں قلمبند کئے۔ یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جنوری ۱۹۳۴ء کے ۳۱ دنوں میں اس کے آٹھ ایڈیشن نکلے۔ وہ اپنی کتاب کے ایک صفحہ پر "مخفی اثر" کے عنوان سے رقم طراز ہیں:-

"تاریخ میں ایسے بے شمار افراد کا ذکر ہے۔ جن کے سامنے ساری کائنات جھکتی تھی اور آج بھی آپ کے ارد گرد ایسے لوگ موجود ہیں جنھیں آپ "ذی اثر" کہتے ہیں یعنی جن کے سامنے سارا ماحول آداب بجا لاتا ہے۔ جن کی طرف لوگ مہمات میں رجوع کرتے۔ ان سے مشورے لیتے اور معاشرہ میں اپنا لیڈر مانتے ہیں یہ "اثر" کیا ہے؟ یہ ایک مخفی طاقت ہے جو ذہنوں کو اپنے بس میں کر لیتی ہے اور یہ علم دولت، عبادت اور دیگر مختلف قسم کی ریاضتوں سے پیدا ہوتی ہے۔"

اس کے بعد مصنف ایک پروفیسر کا ذکر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

"میں ایک پروفیسر کو عرصے سے جانتا ہوں جو عوام کی نگاہ میں ایک

معمولی سا آدمی ہے. لیکن دراصل وہ خاص طاقت کا مالک ہے اور عوام کے اژدحام سے بچنے کے لئے اپنی طاقتوں کی نمائش نہیں کرتا۔ شام کو سینما یا کلب جاتا اور بے تکلفی سے بازاروں میں گھومتا نظر آتا ہے۔ اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کی چمک ہے. اس کے کردار میں رحم، توازن اور سکون پایا جاتا ہے. ایک صبح مجھے کہنے لگا کیا تم جانتے ہو کہ آدمی ہر رات مرجاتا ہے اور صبح کو پھر زندہ ہوتا ہے. موت کیا ہے؟ جسم لطیف کا جسم خاکی سے جُدا ہونا، اور وہ چیز ہے جو ہر رات نیند میں واقع ہوتی ہے. بالآخر ہم پر ایک ایسی نیند بھی وارد ہوگی جب جسم لطیف جسم خاکی میں واپس نہیں آئے گا اور یہ ہوگی اصل موت۔ اس کے بعد ہم دور دراز خطوں میں ایسے نئے پُرانے احباب سے ملیں گے جو حدود زمان و مکان سے پَرے ایتھر میں رہتے ہیں جہاں ہماری ہزاروں صدیاں ایک لمحہ سے زیادہ نہیں ہونگی۔ یہاں اس دنیا میں بھی ہم ایسی منزل پر پہنچ سکتے ہیں کہ گردشِ روز و شب کا ہم پر کوئی اثر نہ ہو. اس وقت میری عمر ایک سو سال سے زیادہ ہے. لیکن میں بمشکل چالیس سال کا نظر آتا ہوں، میں اس بات کا اشتہار نہیں دیتا تاکہ عوام مجھ پر پِل نہ پڑیں۔

تمہیں علم ہے کہ حضرت مسیح نے انجیر کے ایک درخت کو ایک لمحے میں خشک کر دیا تھا. یہ طاقت آج بھی حاصل کی جا سکتی ہے. آیئے ذرا میرے ساتھ۔

چنانچہ ہم اُٹھ کر پائین باغ میں چلے گئے، وہاں اُس نے ایک

پُرانے درخت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :

تم نے بڑی کامیابی سے زندگی بسر کی۔ بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کیا۔ تم نے اپنے سائے میں مجھے برسوں آرام پہنچایا۔ اب تمہارا وقت ختم ہوگیا ہے۔ اس لئے فوراً خشک ہوجاؤ۔"

یہ دیکھ کر میری حیرت کی حد نہ رہی کہ درخت فوراً خشک ہوگیا اور اس کے بعد آج تک وہاں کوئی پودا نہیں ہوا۔ اُس وقت میرے ساتھ کئی اور آدمی بھی تھے سب نے قریب جا کر درخت چھوا اور اچھی طرح دیکھا بھالا۔ اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ تھی۔ بعض کے پاس کیمرے تھے۔ انہوں نے تصاویر بھی لیں۔

(بحوالہ من کی دنیا صـ۱۶ ، صـ ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸)

ان حقائق سے عیاں ہے کہ مغربی مفکرین بھی رجال الغیب کے وجود کا اقرار کرتے ہیں لیکن ہمارے دین اسلام میں رجال الغیب سے مراد وہ تقویٰ شعار پاک سیرت و پاک صورت نفوس قدسیہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے قدم بہ قدم چل کر عوام کی آنکھوں سے غائب رہتے ہیں۔ نہ وہ پہچانے جاتے ہیں نہ اُن کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کے فیوض و اثرات بہر صورت اللہ کے بندوں کی اصلاح پر مرتکز رہتے ہیں۔

رجال الغیب پر تحقیق کرنے والوں نے لکھا ہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے ٹھکانوں (اماکن و مزارات) میں رہتے ہیں اور مخلوقِ خدا ان کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔ ان میں ایسے رجال بھی ہوتے ہیں جو تمام عالم میں پھرتے رہتے ہیں۔ لوگوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ امداد فرماتے ہیں۔ ان کے مسائل حل کرتے ہیں۔ پھر غائب ہوجاتے ہیں۔ عوام الناس سے باتیں کرتے ہیں۔ انہیں جواب دیتے ہیں۔ ان کی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔ دوسری جگہ جا کر

پہاڑوں، جنگلوں، وادیوں اور صحراؤں، بیابانوں میں بستے ہیں، شہروں، قصبوں آبادیوں اور عوام الناس کے مصروف مقامات پر رہتے ہیں وہ صفاتِ بشری کے ساتھ صبح و شام زندگی بسر کرتے ہیں۔ مکانوں میں رہنا، شادی بیاہ کرنا، خوشی وغمی کی تقریبات میں شریک ہونا، کھانا پینا، بیمار ہونا، ظاہری اسباب سے علاج کرانا، اولاد، اسباب، اموال و املاک رکھتے ہیں۔ لوگ ان سے حسد بھی کرتے ہیں، محبّت بھی۔ بعض لوگوں کی دشمنی کا بھی شکار ہوتے ہیں اور ایذا بھی برداشت کرتے ہیں۔ مگر بعض لوگ ان پر جان تک نثار کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم پر وہ اپنے کمالات و احوال کو پوشیدہ اور مستور رکھتے ہیں۔ ان کے کمالات باطنی اغیار کی نگاہوں سے پوشید رہتے ہیں۔ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ (یہ میرے محبوب اولیاء ہیں جو ہر وقت میری نگاہِ لطف سے رہتے ہیں اور میرے سوا کوئی انہیں پہچان بھی نہیں سکتا) محققین نے ایسے حضرات کو بارہ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

"اقطاب[1]، غوث[2]، امامان[3]، اوتاد[4]، ابدال[5]، اخیار[6]، ابرار[7]، نقباء[8] نجباء[9]، عمد[10]، مکتوبان[11] اور مفردان[12]۔"

ان حضرات کے مختلف مراتب و مناصب ہوتے ہیں۔ اللہ کے پوشیدہ نظام میں ان کی ترقی، تبدیلی، ذمہ داریاں، درجات، مقامات، اختیارات اور اوقات کار میں ردل وبدل ہوتا رہتا ہے۔ علوم روحانیات کی کتابوں میں ان کی تعداد، ان کے مقامات اور ان کے فرائض کی تفصیلات ملتی ہیں۔ ان حضرات کے احکامات، کائنات ارضی میں بڑی بڑی رونما ہونے والی تبدیلیوں پر نافذ ہوتے ہیں۔ زلزلے، طوفان، اقتدار کی جنگیں، قوموں کے عروج و زوال، بیماریاں وبائیں، عدل و انصاف کی بارگاہیں، ظلم و تشدد کی داستانیں انہیں کے احکام

کے زیرِ اثر ہیں۔ مگر ان تمام امور میں یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہوتے ہیں۔ اس کی رضا اور احکام کے نفاذ کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی ایک لمحہ زندگی رضاالٰہی اور منشاء ایزدی کے خلاف نہیں ہوتا اور ان کا اقدام اس کی رضا کے برعکس نہیں اٹھتا۔ لوگ انہیں مختلف القاب اور اسماء سے یاد کرتے ہیں۔ قطب، غوث، ولی اللہ، اوتاد، رجال، افراد اور قلندر انہی حضرات کے مختلف نام ہیں۔ شیخ الاسلام احمد النامقی الجامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

قلندر پرتوِ نورِ الٰہی ۔۔۔ قلندر مطلع انوار شاہی
قلندر را مقامِ کبریائی ۔۔۔ قلندر دُر بحرِ آشنائی
قلندر موج بحر لایزالی ۔۔۔ قلندر نور شمع ذوالجلالی
قلندر ذرۂ صحرائے عشق است ۔۔۔ قلندر قطرۂ دریائے عشق است

شاعرِ مشرق حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے انہی حضرات کے مقامات سے واقف ہو کر فرمایا تھا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

ایمان و ایقان کی یہ کیفیتیں شب خیزی اور نگاہِ شیخ سے پیدا ہوتی ہے۔ کس قدر بد نصیب ہیں۔ وہ لوگ جو قوت و عظمت کے اس سرچشمہ سے بے خبر ہیں۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ (۳۹ : ۹)

"کیا وہ شخص جو رات کو قیام و سجود کی حالت میں اللہ کو پکارتا، پاداشِ اعمال سے ڈرتا اور رحمتِ الٰہی کی اُمید رکھتا ہے اور وہ شخص جو [illegible] سے محروم ہے برابر ہو سکتے ہیں؟

اے رسولؐ! انھیں کہہ دو کہ اربابِ علم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔ یہ باتیں دانشمندوں کیلئے بیان ہوئی ہیں"۔
علم ایک ایسی طاقت ہے۔ جو کائنات کو مسخر کر سکتی ہے اور عبادت وہ توانائی ہے جو حدودِ زمان و مکان کو توڑ کر ہمیں رب کائنات کے جوار میں پہنچا سکتی ہے۔ اس سے دل مسخر ہوتے ہیں۔ اسرار غیب نظر آتے ہیں اور کائنات کی وسعتیں سمٹ جاتی ہیں۔ علم سے دماغ کو اور عبادت سے روح کو نور عطا ہوتا ہے۔ فرشتوں پہ انسان کی قوتِ برتری علم کی وجہ سے تھی۔ مگر انسانوں پر انسان کی برتری عبادت اور تقویٰ کی وجہ سے ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (حجرات) تم میں سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔
ایک طالب علم امام وکیع کے ہاں گیا اور عرض کی۔

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعِ سُوْءَ حِفْظِیْ   فَاَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
لِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِنْ اِلٰہٖ   وَنُوْرُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ

یعنی میں نے امام وکیع کے سامنے نسیان کی شکایت کی تو فرمانے لگے کہ گناہ چھوڑ دو۔ کیونکہ علم اللہ کا نور ہے۔ جو گناہ گار کو نہیں ملتا۔
یہی وہ صاحبِ علم اور تقویٰ حضرات اس ظاہری حیات اور بعد از ممات بھی کائناتِ اثیر پہ اثر رکھتے ہیں اور مخلوقِ خدا کے کرب اور دکھ میں اُن کے معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔
قرآن حکیم میں ہم پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں پیروان رسول کی مدد ملائکہ سے کی تھی اور جنگ احزاب میں طوفانِ بادو باراں سے احادیث و تواریخ میں غیبی امداد کی حکایات اس کثرت سے درج ہیں کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ ہمارے اولیاء کے تذکرے اس قسم کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں اہلِ ایمان ان تمام واقعات کو منِ وعن تسلیم کرتے ہیں اور اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مشکل اوقات میں کبھی مخفی طاقتیں بھیج کر اپنے بندوں کی

مدد کرتا ہے۔ لیکن جدید تعلیم یافتہ طبقہ ان کو ضعیف العقیدہ لوگوں کی تخلیق سمجھتا ہے اور ان حکایات کو توہمات سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ یہ طبقہ اسی بات کو صحیح سمجھتا ہے جو کسی انگریز یا امریکی کے منہ سے نکلی ہوں۔ ان حضرات کی تسکین کے لئے دو واقعات ایسے درج کئے جاتے ہیں۔ جن کے گواہ یورپ کے بڑے بڑے پروفیسر، ڈاکٹر اور اہلِ قلم ہیں۔

آرٹی، آر ای وی۔ سی ڈی۔ ڈبلیو لیڈ بیٹر کی ایک INVISIBLE HELPERS جو ۱۹۲۸ء میں مدراس کے ایک ادارے نے شائع کی۔ اس میں خفیہ مدد کی کہانیاں خاصی تعداد میں درج ہیں ان میں ایک حیات ظاہری سے متعلق نقل کی جاتی ہیں اور دوسری حکایت حیات بعد الموت نذر قارئین ہے۔

۱۔ ایک مرتبہ ایک مکان میں آگ لگ گئی۔ گھر کے تمام آدمی گھبراہٹ میں باہر نکل گئے اور ایک ننھا سا بچہ سویا ہوا اندر ہی رہ گیا۔ آگ کے شعلے اس قدر خوفناک ہو چکے تھے کہ کسی کو اندر جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ بالآخر ایک آگ بجھانے والا سرکاری ملازم بے چین ماں کا اضطراب برداشت نہ کر سکا۔ جان پر کھیل کر اس کمرے میں پہنچا اور بچے کو اٹھا کر صحیح و سالم باہر لے آیا۔ اس ملازم کا بیان ہے کہ جب وہ کمرے میں پہنچا تو اس نے دھوئیں میں ایک سفید لباس والی ہستی کو دیکھا جو بچے پر جھکی ہوئی تھی اور چارپائی کے گرد دھواں تھا اور نہ آگ کی حدت (ص ۱۳۵، ۱۴۰)

۲۔ حیات بعد الموت سے متعلق کہانی وہ یوں لکھتا ہے:

کہ امریکہ کا ایک جہاز ایس۔ ایس واٹر ٹاؤن "بحرالکاہل میں سفر کر رہا تھا ایک دن اس کے دو ملاح گیس والے کمرے میں پھنس گئے۔ اور وہیں ہلاک ہو گئے۔ ان کی لاشیں سمندر کے حوالے کر دی گئیں۔ لیکن ہر رات جہاز سے

ذرا دُوران دو ملاحوں کی صورتیں ایک ماہ تک نظر آتی رہیں۔ کیمرے سے ان کی تصاویر بھی لی گئیں اور یہ تمام تفاصیل امریکہ کے ایک میگزین (FORTUNE) کی اشاعت فروری ۱۹۳۴ء میں شائع ہو چکی ہیں۔ ص ۸۴ (الحوالہ من کی دنیا ص ۱۲۲)

ہم ان حکایات کو بطور جملہ معترضہ پیش کرتے ہیں ورنہ ہمارا اپنا لٹریچر ایسے واقعات سے مالا مال ہے۔ جہاں اہلِ نظر نے لوگوں کی مشکلات، مصائب اور امراض کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہمارے فاضل مصنف جناب علامہ عبدالحق ظفرؔ چشتی صاحب مدظلہ العالی نے اپنی زیرِ نظر کتاب "جسمانی بیماریوں کے روحانی شفاخانے" میں ایسے خرقہ پوشوں، قلندروں اور خاکسارانِ جہاں کے شفاخانوں پر بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان روحانی شفاخانوں میں جسمانی عوارض اور مصائب کی بنیاد صرف ان ہزاروں کتابی کرامات اور خوارق پر نہیں ہے، جو صدیوں سے ہمارے مطالعے میں آرہی ہیں۔ بلکہ وہ اپنے ملک عزیز میں اپنے ہی گردو پیش کے ان مقامات کو بیان کرتے گئے ہیں اور انہوں نے گردو پیش کے ان مقاماتِ مقدسہ کی نشاندہی کی ہے۔ جہاں انہوں نے بذاتِ خود حاضر ہو کر حالات کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان روحانی مراکز سے شفایاب ہونے والے حضرات کو ملے۔ ان کے مصائب، تکالیف اور بیماریوں کی تفصیلات اکٹھی کیں۔ ان امراض کی شفایابی کے لئے مریضوں نے کہاں کہاں جسمانی شفاخانوں پر جا کر جبیں سائی کی اور پھر کس طرح کسی "روحانی شفاخانے" کی نشاندہی ہوئی۔ شفا کا حصول کیسے ہوا۔ ان تجربات کو قلمبند کیا اور ایک عینی گواہ کی حیثیت سے ایسے واقعات کو درطۂ تحریر میں لاتے ہیں۔ یہ کتاب سُنی سُنائی کراماتوں داستانوں، کہانیوں اور واقعات کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ تجربات کا سفر ہے۔ بلکہ مصیبت زدہ انسانوں کی شفایابی کی شہادتوں پر مشتمل ہے۔ فاضل مؤلف

کا یہ منفرد انداز تحقیق اتنا مقبول اور پختہ ہے کہ پاکستان میں پھیلے ہوئے درجنوں مقامات کی نشاندہی کر دی ہے۔ جہاں آج بھی ہزاروں بیمار اور مصیبت زدہ لوگ شفایاب ہو کر زندگی کی راحتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

فاضل مؤلف کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے مشاہدات میں اتنی پختگی ہے کہ جیسے ان شفاخانوں کی کارکردگی پر شک وشبہ ہو۔ وہ فرصت اول میں ان مقامات پر پہنچ کر تصدیق و تحقیق اور تائید کر سکتا ہے۔

فاضل مصنف نے جن شفاخانوں کی نشاندہی کی ہے وہ اللہ کی مخلوق پر رحمتِ خداوندی کے مظہر ہیں۔ وہ اللہ کی مخلوق کی تکلیفوں کے ازالے کی تجربہ گاہیں ہیں۔ وہ رجال الغیب کے خداداد فیوض کے مراکز ہیں۔ وہ اللہ کے بندوں پر اللہ کی رحمت و شفقت کے اُبلتے ہوئے چشمے ہیں۔ یہ چشمے ہمارے ہی قرب وجوار میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے عوام الناس کو سیراب کر رہے ہیں۔ اگرچہ فاضل مؤلف کا یہ یقین بعض سست عقائد حضرات کے لئے وجہ بحث بن سکتا ہے۔ مگر ہم فاضل مؤلف کی اس دلیل کو نہایت قوی خیال کرتے ہیں کہ دکھ درد کی ماری ہوئی مخلوق مختلف بیماریوں کی کچلی ہوئی انسانیت، بیماریوں سے نڈھال بزرگ، نوجوان بچے اور عورتیں اگر اپنے علاج کے لئے ہسپتالوں، شفاخانوں، لیبارٹریوں اور علاج گاہوں میں پہنچنے کے بعد بعض شفایاب، بعض مایوس اور بعض راہیٔ ملک بقا ہونے کو حیرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تو ان جسمانی امراض کے روحانی شفاخانوں (جہاں سینکڑوں نہیں ہزاروں بیمار اور مایوس انسان صحتیاب ہوتے ہیں) تک پہنچ کر تصدیق کرنے سے کیوں دامن بچاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ انسانی صحت کے مختلف مراکز مغربی حکمت کے ہسپتال یا

مشرقی اطباء کے شفا خانے جو انسانی خدمت میں مصروف ہیں۔ بیکار ہیں ان کی کامیابیاں اور بعض حالات میں ناکامیاں تسلیم شدہ امر ہیں تو پھر ان روحانی شفاخانوں کے کروڑوں افراد کے کامیاب تجربات پر کس دلیل سے ناک چڑھایا جاتا ہے۔

اس مادی دور میں فاضل مؤلف کی جسمانی عوارض کے روحانی شفاخانوں کی نشاندہی ایک قابلِ قدر ریسرچ و تحقیق ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ اس مختصر تحقیقی کتاب کو بنیاد بنا کر کئی ارباب قلم آگے بڑھیں گے۔ اللہ تعالےٰ فاضل مؤلف کی مساعی جمیلہ کو قبولیت سے نوازے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

میرے ایک دیرینہ رفیق حضرت علامہ مولانا بشیر احمد صاحب فیضی ہیں۔ آج سے کوئی پانچ سال پہلے جب "روحانی شفاخانے" کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ میرے گھر تشریف لائے۔ میں نے ان کی اہلیہ کی خیریت دریافت کی تو انہوں نے حیرت انگیز واقعات سنائے۔

میں نے کہا مولانا آپ عالم فاضل ہیں۔ پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ اور جہاندیدہ ہیں آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ لیکن چونکہ حقیقت تھی۔ سورج طلوع ہو چکا تھا۔ اسلئے انکار ممکن نہ تھا۔

آج میں نے "روحانی شفاخانے" کے لئے سب سے پہلے اُنہی کا انتخاب کیا ہے۔

تعارف

حضرت علامہ بشیر احمد فیضی صاحب

خطیب اعلیٰ (صوبیدار میجر) ای۔ ایس۔ ڈی۔ مکان ۳۹/۱ ایم۔ ای۔ ایس کالونی لاہور کینٹ
مولانا موصوف میرے دیرینہ کرم فرما اور رفیق ہیں۔ ان سے راقم الحروف کی ۱۹۵۸ء سے شناسائی ہے۔ مولوی فاضل ہیں۔ درسِ نظامی کے سند یافتہ ہیں۔ سُنّی حنفی بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہت نیک، مُتقی، خوش پوش اور خوش باش شخصیت کے حامل ہیں۔ ۱۹۸۶ء میں میاں بیوی زیارتِ حرمین شریفین سے باریاب ہو کر آئے ہیں۔ میری درخواست پر کمال کرم فرمایا۔ انٹرویو کے لئے ۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء بروز پیر ۵ بجے شام کا وقت عطا فرمایا۔ دولت خانہ پر سوالات کے جوابات میں آپ نے جو کچھ فرمایا، میں نے پوری امانت کے ساتھ صفحاتِ قرطاس پر بکھیر دیا ہے۔ انٹرویو دوبارہ سنا کر اور تصدیق کرانے کے بعد شاملِ اشاعت ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ بِالصَّوَابِ

مولانا صاحب رضائے الٰہی سے ۸ جنوری ۱۹۸۸ء کو وصال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

انٹرویو!

حضرت مولانا بشیر احمد فیضی صاحب فرمانے لگے،

چشتی صاحب ۱۱ مئی ۱۹۶۰ء میں میری شادی ہوئی۔ خوش طبیعت اور خوبصورت اہلیہ کے گھر آنے سے گھر میں بہار آ گئی۔ میرا گھر خوشیوں کا گہوارہ بن گیا۔ لیکن یہ لمحات مسرت کسی کی نظر کا شکار ہو گئے۔ نہ جانے کیا ہوا، تین ماہ بعد ہی میری اہلیہ دردِ سر اور بخار کا شکار ہو گئی۔ اہلِ خانہ نے سوچا۔ کوئی نسوانی تکلیف ہو گی۔ گھر کی بڑی بوڑھی عورتوں نے علاج معالجہ اور ٹونے ٹوٹکے شروع کر دیے۔ جب افاقہ نہ ہوا تو ویدوں اور ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کیا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ دو ایک روز افاقہ ہوتا لیکن پھر وہی تکلیف شروع ہو جاتی۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ کوئی کہتا نظر کھا گئی ہے۔ مولوی صاحب سے دم کراؤ۔ دم درود سے آرام نہ ہوتا تو کہتے کسی نے جادو کر دیا ہے۔ فلاں شاہ جی سے تعویذ گنڈا کروایا جائے۔ بس پھر یہ سلسلہ زُلفِ محبوب بلکہ شبِ ہجراں کی طرح دراز ہوتا چلا گیا۔ میری اہلیہ مسلسل ایک کرب کا شکار ہو گئی۔ بلکہ اہل خانہ کے لیے اُس کا درد دردِ سر بن گیا۔ دردِ سر سے بات آگے بڑھی اور ماہواری و قرارِ حمل تک جا پہنچی۔ نہ ماہواری میں تسلسل رہا، اور نہ قرارِ حمل ہوا۔ دو ایک ماہ محسوس ہوتا کہ حمل ٹھہر گیا ہے۔ لیکن اچانک ایسی بلیڈنگ ہوتی کہ الاماں والحفیظ۔

محترم! آرام کی دیوی ہم سے روٹھ گئی۔ نہ نیند نیتا نہ چین رَینا۔ نہ جانے کہاں کہاں لئے پھری جستجوئے سکون۔ اعوان شریف کے خلفاء میں سے سید خادم حسین

شاہ بخاری جن کی قیام گاہ حضرت بی بی پاک دامن کے قریب محمد نگر گڑھی شاہو میں ہے۔ خوب عامل ہیں۔ اُن کے ہاں مسلسل چھ سات سال ہر جمعرات کو حاضری دی۔ دوا دارو کے ساتھ ساتھ تعویز گنڈا بھی چلتا رہا۔ لیکن آرام نصیب نہ تھا نہ ہوا۔ آزاد کشمیر بھمبر میں ایک حکیم صاحب کا کسی نے بتایا، اور دیوانے وہاں چل دیے کئی چکر لگائے۔ جب وہاں سے سکون نہ ملا تو چکرا کے رہ گئے۔ آستانہ عالیہ اعوان شریف گجرات بھی کئی بار حاضری دی۔ سچا سودا میں ایک عورت جنوں کی عامل ہیں اُن کے ہاں بھی جاتے رہے۔ حجرہ شاہ مقیم، پُل آسلہ، سرگودھا اور داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ۔ غرض نہ جانے کہاں کہاں پھرتے رہے۔ اس دوران کہیں کہیں افاقہ ہوتا رہا۔ بحمد اللہ میرے ہاں ایک بچی اور تین بچے ہیں جو حین حال حیات ہیں۔ لیکن تکلیف سے افاقہ نہ ہوتا کہ ہم آرام سے بیٹھ جاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہسپتالوں کے چکر بھی کاٹے۔ سی ایم ایچ میں دو آپریشن ہوتے۔ ایک رسولی کا ایک پتے کا۔ آپریشن دونوں کامیاب ہوئے۔ لیکن پتے کے آپریشن میں کوئی چیز نہ نکلی۔ ڈاکٹر حیران تھے کہ یہ کیا ہوا۔ جبکہ پتے کے ایکسرے میں پتھریاں صاف معلوم دے رہی تھیں۔ بہر حال آپریشن کے بعد ٹانکے لگا دیے گئے۔ لیکن ٹانکے مندمل نہ ہوتے۔ ڈاکٹر جدید ٹیکنالوجی آزما چکے۔ ایڑی چوٹی کا زور لگا بیٹھے حتیٰ کہ سرجیکل کے سپیشلسٹ بریگیڈیئر پکار اُٹھے۔ مولانا اَب تو کسی اللہ والے سے دعا کرائیں۔ اسی دوران میری اہلیہ مسلسل ادویات، انجکشنز، دوا دارو اور ٹونے ٹوٹکے اور آپریشنز سے دماغی توازن کھو بیٹھی۔ میو ہسپتال میں زیر علاج رہی۔ ماہر امراض دماغی جناب ڈاکٹر رشید صاحب سے پرائیویٹ علاج کرواتے رہے اور کچھ آرام نصیب ہوا۔

جناب! یہ کہانی سال دو سال کی نہیں بلکہ مسلسل اٹھارہ سال کے طویل و کربناک

عرصہ کی ہے۔ اب تو یہ حالت ہو گئی ۔ کہ میری رفیقۂ حیات کے لئے اٹھ کر بیٹھنا ناممکن ہو گیا۔ دو چار گھونٹ چائے کے سوا کچھ کھانا پینا ہی بھول گئی۔ خدائے ذوالکرم والاحسان کے حضور دست بدعا رہتا کہ اے کرم گستر مالک ! میرے حال پہ رحم فرما !

بشر بے چین ہو تو انقلاب آیا ہی کرتا ہے
گلوں کے داغ دھونے کو سحاب آیا ہی کرتا ہے

منزل کا تعین

سی۔ ایم۔ ایچ لاہور میں داخلے کے دوران ایک مشہور زمانہ فن کار اور سنگر عالم لوہار مرحوم کی بیٹی کینسر کی مریضہ نے میری اہلیہ کو بتایا کہ حیدر آباد اور ٹھٹھہ کے قریب ایک مزار ہے حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کا۔ وہاں ہر مرض کا علاج ہوتا ہے اُس دروازے پر جانے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ پوچھا پھر تم وہاں کیوں نہیں گئیں ۔ ملٹری ہسپتال لاہور میں کیوں آ بسی ہو۔ کہنے لگی۔ میرے شوہر ملٹری آفیسر ہیں انہیں چھٹی نہیں ملتی۔ ان کے اصرار اور تعجیل نے مجبور کر دیا، اور صاحبِ مزار کی اجازت کے بغیر آ گئی۔ ویسے مجھے بھی وہاں سے آرام آ گیا تھا۔ لیکن چونکہ بغیر اجازت کے آ گئی ہوں اس لئے محسوس ہوتا ہے کہ صاحبِ مزار ناراض ہو گئے ہیں۔ اس لئے شاید اب ٹھیک بھی نہ ہو سکوں اور وہی ہوا۔ چند دنوں بعد وہ ہسپتال میں ہی انتقال کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

عالم لوہار کی بیٹی تعلیم یافتہ تھی اور صاحبِ ثروت گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کی گفتگو میں ٹھہراؤ، متانت و سنجیدگی اور یقین کی اتنی گہرائی تھی کہ ہمیں شاہ یقیق کے مزار کی جستجو ہونے لگی۔ لیکن یہ فکر دامن گیر رہتی کہ وہ مریض جو سٹریچر کے بغیر اِدھر اُدھر لے جایا ہی نہیں جا سکتا۔ سینکڑوں میل کی مسافت کیسے طے کر سکے گا۔

لیکن طلب کی اشتہا اپنے عروج پر تھی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے۔ بس یہ بات دل میں سما گئی۔ شاید وہاں سے آرام و سکون کی خیرات مل جائے۔

منزل کی طرف سفر

دفتر سے میں نے پندرہ روز کی چھٹی لی۔ حیدر آباد کے لیے سیٹیں ریزرو کرائیں اور چل دیئے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی محسوس ہوا کہ حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف شروع ہو گیا ہے ؎

بے بسی میں رنج و غم نے مجھ کو بہکایا بہت
اک تصرف آپ کا ایسے میں کام آیا بہت

مولانا! حیرت انگیز بات، میری اہلیہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہیں؟ یہ کیا؟ اس سے بڑھ کر حیرت یہ کہ ہر دس منٹ کے بعد دوا کا سہارا لینے والا مریض، دوا سے یکسر بے نیاز ہو گیا اور لاہور سے حیدر آباد تک کوئی دوا استعمال کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور حیدر آباد اسٹیشن پر میری اہلیہ نے کیلے دیکھے اور طلب کئے۔ پھر مسلسل کھاتی چلی گئی، اور چھ کیلے کھا گئی اور ہضم بھی کر گئی۔ یہ کیفیت ہمارے لئے خوش کن ہونے کے ساتھ ساتھ حیران کن بھی تھی کہ کہاں برسوں سے کبھی کسی چیز کی اشتہا پیدا نہیں ہوئی اگر ہوئی تو کھا نہ سکی۔ کھا گئی تو وبال جان بن گئی۔ لیکن یہ کیا؟ کہ چھ کیلے ہضم کر گئی سبحان اللہ! واہ مولا تیری شان۔

حیدر آباد سے ٹھٹھہ پہنچے۔ ٹھٹھہ سے چوہڑ جمالی راستے میں حضرت صاحب کا وہ مزار مقدس جو مرکز شفاءِ بیماراں، راحتِ قلبِ حزیں اور منبع جود و سخا ہے ہماری آنکھوں کے سامنے تھا۔ کراچی سے اسپیشل بسیں ہر روز بیسیوں کی تعداد میں آتی اور جاتی ہیں۔ یوں محسوس ہوا کہ میلہ لگا ہے لیکن معلوم ہوا کہ یہ روز کا معمول ہے۔ شہری آبادیوں سے دُور بلکہ بہت دُور۔ آمد و رفت اور قیام کا یہ منظر و انعقہ ہمارے لئے حیران کن تھا

جھونپڑیاں اور کئی ایک کچے کوٹھے بنے ہوئے ہیں۔ حسب حال کرایہ پر حاصل کریں اور غنی کے در پر بستر جما دیں۔ آستانہ عالیہ کے رجسٹر پر اپنا نام درج کروائیں تاکہ شفاخانہ شاہ یقینوؒ میں آپ داخل ہو جائیں اور علاج معالجہ شروع ہو جائے۔

غنی کے در پر بستر جما دیا

ہم نے رجسٹر میں نام لکھوایا۔ کچھ نذرانہ پیش کیا اور ایک کمرہ لے کر رہائش پذیر ہو گئے۔ شاہ صاحب کا حکم ہے کہ ہر مریض حتی الامکان باوضو رہے۔ نماز پنجگانہ کے ساتھ ساتھ تہجد کا خصوصاً التزام کرے۔ تہجد ایسے وقت میں پڑھے کہ بعد از تہجد اور قبل از فجر تھوڑی دیر آرام کر سکے۔ آپ کا معمول ہے کہ تہجد اور نماز فجر کے درمیانی آرام کے وقفہ میں خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ جیسا مریض ویسی دوا کسی سے کہہ دیا کہ جاؤ لسی پی لو آرام آجائے گا اور چھٹی۔ کسی کو سیب کھانے کو کہہ دیا۔ لیکن جو مریض پرانے ہوں اُن کو وہاں آرام کرنا پڑتا ہے۔ میری بیوی وہاں تین ماہ بیس دن رہی اور میں گاہے گاہے جاکر مل آتا رہا۔

طریقۂ علاج اس عرصہ میں حضرت صاحب نے کئی بار کرم فرمایا۔ کبھی جُبّہ و دستار میں، کبھی کلاہ پہنے ہوتے اور گاہ گاہ فوجی وردی میں ملبوس بھی دیکھے گئے۔ آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال ہو گی۔ ڈاڑھی نہیں نکلی۔ البتہ مونچھیں بھر آئی ہیں۔ آپ کے ساتھ ایک ڈاکٹر صاحب بھی ہوتے ہیں۔ انجکشن دیتے ہیں۔ کبھی کمزوری کے، کبھی مرض کے۔ ہر دو انجکشنوں کے نشانات صبح علیحدہ علیحدہ نظر آتے ہیں۔ اگر آپریشن کریں تو کالے دھاگے جیسے نشان بھی پائے جاتے ہیں۔ آستانہ کے قریب ایک نل سے پانی اور لنگر سے کچھ نہ کچھ ضرور کھانا ہوتا ہے۔ یہی انداز علاج ہے اور اسی طریقہ سے مریض شفا پاتے ہیں۔

معمولاتِ آستانہ

ہر روز بعد از نماز عشاء مزار مبارک کو بالا ستیعاب غسل دیا جاتا ہے۔ سنا ہے کہ حضرت صاحب کے مزار کے ساتھ جو مزار ہے وہ اُن ڈاکٹر صاحب کا ہے جو خواب میں آپ کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اس مزار کو بھی غسل دیا جاتا ہے۔ آپ کے آستانے کے بالکل ساتھ ایک مائی صاحبہ کی بھی قبر ہے جہاں ہر وقت پردہ رہتا ہے اور کوئی مرد اس طرف نہیں جا سکتا۔ وہاں صرف مستورات جاتی ہیں۔ نماز پنجگانہ کے لئے ساتھ ہی ایک مسجد ہے۔ وہاں باقاعدگی کے ساتھ آذان وجماعت ہوتی ہے کوئی خلافِ شرع حرکت نہیں دیکھی گئی۔

تصرفات

آپ کے تصرفات میں سے جہاں ہر قسم کے مریض فیض پاتے ہیں۔ وہاں آستانے کے بازاروں اور دکانداروں پر بھی پورا کنٹرول ہے۔ شہر سے بہت دُور اس چھوٹی سی بستی میں دنیا کا ہر میوہ ملتا ہے۔ ہر چیز خالص اور سستی ملتی ہے۔ دکانداروں کا کہنا ہے کہ جو شخص ملاوٹ کرتا ہے۔ حضرت صاحب اس کی خوب خوب خبر لیتے ہیں۔

ایک مریض کو حضرت صاحب کی طرف سے ایک تلکا لگوانے کا اشارہ ہوا نل لگوا دیا گیا۔ اس کا پانی بہت کڑوا ہے۔ اس نلکے کا پانی کینسر اور ٹی بی کے مریضوں کے لئے شفاء کلی کا ضامن ہے۔ ع

گر تجھ کو بہ باور نہیں تو خود بھی کر کر دیکھ لے

رخصت مریض کے تندرست ہونے پر خواب میں حسب معمول اجازت عطا فرماتے ہیں اگر کسی اشارے کی سمجھ نہ آئے تو وہاں چند ایک ایسے حضرات صاحبِ

علم و تقویٰ موجود ہیں جو خواب کی تعبیر ارشاد فرما دیتے ہیں اور مریض اس تعبیر کی روشنی میں اپنی راہ متعین کرتا ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ میری اہلیہ کو حضرت صاحب نے خواب میں مرض کی ابتدا سے انتہا تک ایک فلم کی طرح سب کچھ دکھا دیا۔ جنہوں نے جادو کیا۔ جس طرح کیا۔ جس سے کروایا۔ وہ سب کچھ خواب میں دکھا دیا گیا۔ لیکن اس کمین گاہ پر نظر پڑتے ہی، کچھ اپنے اہل کرم سے آنکھیں چار ہو گئیں۔ اس لیے ان کے نام کے اظہار کی ضرورت نہیں، ہمیں آرام سے غرض تھی۔ وہ پوری ہوئی۔ اُن تیر چلانے والوں کیلئے دعا گو ہیں۔

میرے پوچھنے پر فرمایا کہ میری اہلیہ اب بالکل تندرست و صحت مند ہیں۔ ادویات کا وہ تھیلہ جو ہم ساتھ لے گئے تھے۔ وہیں پھینک آئے ہیں۔ اس کے بعد کبھی کسی دوا کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ سی ایم۔ ایچ لاہور کے پتّے کے آپریشن میں جو پتھریاں نہیں نکلی تھیں۔ وہ وہاں منہ کے راستے سات کنکریاں نکال دی گئیں۔ اب گھر کا ہر کام کاج خود کرتی ہیں۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب اکثر خواب میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ اب چونکہ گھر میں آکر اُن معمولات (باوضو رہنا، نماز کی پابندی، تہجد کے التزام) کا اہتمام نہیں رہا، اس لئے اُن کے آنے جانے میں تاخیر ہونے لگی ہے۔ ہم ہر سال وہاں آستانے پر حاضری دیتے ہیں اور وہاں سے ہم دنیا کی طرح اب بھی فیض پاتے ہیں۔

حضرت شاہ لقیق رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی آپ کا اسمِ گرامی سید لقیق ہے۔ سید شریف الدین بخاری کے صاحبزادے ہیں اور سید عبداللہ شاہ بخاری اادچ شریف اکے پوتے ہیں۔ آٹھویں پشت میں۔ صحیح النسب حسینی خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔

سلسلۂ نسب سید لقیق بخاری بن سید شریف الدین بن سید عبداللہ بن سید عبدالحمید۔ بن سید عبدالمجید بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن سید حضرت امام محمد نقی۔ بن سید امام موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت جعفر صادق بن حضرت امام موسیٰ محمد باقر بن سید زین العابدین بن حضرت سیدنا امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ولادت باسعادت ۔آپ کی ولادت باسعادت نویں صدی ہجری ۸۳۵ھ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے والد ماجد سید شریف الدین بخاری اور آپ کے بڑے بھائی حضرت سید عبداللہ شاہ جلالی بخاری المعروف ٹلن شاہ رحمۃ اللہ علیہما نے فرمائی۔ مشہور ہے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ آپ بچپن ہی سے تقویٰ اور پرہیزگاری کا مظہر تھے۔ تلاش حق کی جستجو اور جذبہ صغرِ سنی ہی میں ودیعت ہوچکا تھا۔ ولایت تو آپ کی موروثی تھی۔ چھوٹی عمر ہونے کے باوصف آپ نے بڑے مجاہدے کئے اور منازلِ سلوک طے کیں۔ جتنی کہ ہندوستان کی

سرزمین کو بھی آپ نے اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔

سندھ میں آمد سات سال کے عرصہ میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے اور چھ ماہ بعد والدہ ماجدہ بھی پردہ فرما گئیں جس کے بعد آپ کے پانچویں بھائی حضرت سلیمان شاہ بخاری نے آپ کو اپنے مریدوں کے ایک قافلے کے حوالے کرتے ہوئے تاکید فرمائی کہ آپ کو بحفاظت حضرت سید عبداللہ شاہ بخاری جلالی بابا کے پاس پہنچا دیں حضرت جلالی بابا آپ کے بڑے بھائی تھے۔ جو اپنے والد مکرم کے حکم سے پہلے ہی تبلیغِ دینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اوچ شریف سے ٹھٹھ اور وہاں سے ۳۵ میل دور چوہڑ جمالی میں ایک ویران و بیابان مقام پر اپنا مستقر بنا چکے تھے یہیں آپ نے مستقل رہائش اختیار کر لی تھی۔ آپ کے ورودِ مسعود کی وجہ سے اس سرزمین کو حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جب حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ نے اس سرزمین میں قدم رکھا تو آپ کی عمر اس وقت سات سال تھی۔ یہاں آپ نے بارہ سال کی عمر تک دینی علوم کی تکمیل فرمائی۔ پھر مجاہدات و ریاضت کا آغاز ہوتا ہے۔

سیّد علی ہجویری کے آستانے پر حاضری

سب سے پہلا مجاہدہ آپ نے جس مزار مقدس پر فرمایا، وہ برصغیر کی مشہور شخصیت جو ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما ہے یعنی حضرت سیّد علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ مبارک ہے۔ تین سال تک آپ یہاں چلہ کش رہے۔ جب آپ آستانِ فیض بار سے واپس ہوئے تو سرتاپا مجسمہ شفاء بن چکے تھے۔ جس پر بھی آپ کی نظر پڑتی فوراً شفایاب ہو جاتا۔

داتا یہ کے در پر تو پلتے ہیں دو عالم
ہم سے تو اک بچہ بھی پالا نہیں جاتا

دست شِفا

جب دستِ شفا کی شہرت بڑھی تو دُور دراز کے علاقوں سے مخلوقِ خدا جوق در جوق آنے لگی۔ آپ کا ایک ذاتی باغ تھا۔ جس میں کئی قسم کے پھل ہوتے۔ آپ کی عدم موجودگی میں جو بھی آپ کے درِ اقدس پر آتا آپ کے باغ کا پھل کھاتا اور صحت یاب ہو جاتا۔ یتیموں بے نواؤں، بیواؤں اور مظلوموں کی امداد کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ پوری زندگی دُکھی انسانیت کی خدمت میں گذری۔ حتیٰ کہ زندگی کی آخری سانس بھی ایک مظلوم دکھیا خاتون کی مدد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

شادی سے شہادت تک

۸۵۵ھ کا زمانہ ہے اور غالباً ماہِ جمادی الاوّل کا نوچندی ہفتہ ہے۔ رات کا وقت ہے۔ حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ دولہا بنے بیٹھے ہیں۔ رسمِ نکاح ادا کی جانے والی ہے۔ آپ کی دلہن ہونے کا اعزاز حضرت میوں عثمان قدس سرہٗ کی صاحبزادی کو ملنے والا ہے۔ اسی اثنا میں قریب کے گاؤں کی ایک بیوہ خاتون چیختی چلّاتی اور روتی ہوئی آتی ہے، اور فریاد کرتی ہے کہ ہے کوئی جو میرے لختِ جگر اور جان سے عزیز تر بیٹے کو ڈاکوؤں کی گرفت سے آزاد کرائے۔ جنہوں نے سارے گاؤں کو لوٹ کر مزید رقم ہتھیانے کے لئے میرے بیٹے کو یرغمال بنا لیا ہے۔ میری امداد کو پہنچو، اور دُکھی کی دعائیں لو۔

آج غسیل الملائکتہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی سنت و رسم کو ایک بار پھر زندہ کرنے کے لئے خاندانِ نبوّت کے ایک چشم و چراغ حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ انسانیت کی پکار سُن کر اُٹھتے ہیں اور بُڑھیا کی امداد کو آگے بڑھتے ہیں۔ آپ اُس گاؤں پہنچے

جہاں ڈاکو ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔ وہ آپ کی آمد کی خبر سُن کر خوفزدہ ہو گئے۔ لوگ آپ کو مستجاب الدعوات سمجھتے تھے۔ یعنی آپ مشہور تھے کہ آپ جو دعا بھی اپنے پیارے خالق و مالک سے مانگتے ہیں۔ رب ذوالکرم والاحسان اس کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔ اس لئے انہوں نے خیال کیا۔ اگر آپ نے بددُعا کر دی تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ کیوں نہ آپ کو آپ کے دُعا کرنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا جائے نتیجۃً انہوں نے گھیرا ڈال لیا، اور آپ کو رسمِ شبیری ادا کرتے کرتے شہید کر دیا،

آپ کا سرتن سے جُدا ہو کر بھی کلمۂ شہادت الاپ رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھتے ہی راہزنوں کے خود اپنے دلوں پر ڈاکہ پڑ گیا۔ اور وہ سب کے سب نقدِ دل کا نذرانہ دے بیٹھے۔ وہ اور ان کی ساری بستی اپنے وجود ہندویت کو قتل کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند آں پاک بازو پاک طینت را

یعنی
اپنے دامن کو کیا خون سے تر پھولوں نے
اک میرا دامن کانٹوں سے بچانے کے لئے

مزار شریف

آپ کا مزار فیض آثار ضلع "ٹھٹہ" سے قریباً ۶۰ کلومیٹر دور موضع "چوہڑ جمالی اور موضع "لاڈیاں" کے درمیان ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔ صدیوں سے یہ مزار فیض بار ہے، جو بھی آیا خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ خصوصاً امراضِ جسمانی کے لئے تو کافی وشافی اور دائمی شفاخانہ ہے۔ ہزاروں لاعلاج اور مایوس زمانہ مریض جب اس چوکھٹ پر حاضری دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندے

حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے انہیں مایوسیوں کی انتہاہ گہرائیوں سے نکال کر یقین محکم کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اور ان کی ظاہری بیماری کے ساتھ ساتھ روحانی پرورش بھی (ان کے عقیدے کی پختگی کی صورت میں) فرماتا ہے۔

سرزمین سندھ کے بہت بڑے ادیب محقق، مؤرخ میر شیر علی قانع ٹھٹھوی اپنی مشہور تصنیف " تحفۃ الکرام " میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ یقیق بخاری کے مزار اقدس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی ہوتی ہے اور بیماروں کے لئے شفاخانہ کرامت ہے۔ یہ مصنف بارہویں صدی ہجری ۱۱۴۰ھ میں تولد ہوئے "مکلی نامہ"، مقالات الشعراء" شہرۂ آفاق آپ کی تصانیف ہیں۔ اور تاریخ ادب میں ایک مقام رکھتی ہیں۔

" تحفۃ الطاہرین" کے مصنف شیخ محمد اعظم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۷ پر یوں تحریر فرماتے ہیں :-

> " کرامات آں بزرگوار بسیار و بے شمار است اہل امراض
> یک چلہ بزیارتِ وے مداومت نمایند واز ہر قسم کہ
> مرض باشد نجات می یابند"۔

یعنی ان بزرگوار کی کرامات بہت زیادہ اور بے شمار ہیں۔ مریض ایک چلہ پابندی سے آپ کے مزار اقدس کی زیارت کرتے ہیں تو ہر قسم کے مرض سے نجات پاتے ہیں۔

یہ مصنف بارہویں صدی ہجری کے ہیں اور میر شیر علی قانع کے ہم عصر ہیں۔ علم ہیئت و تاریخ میں آپ کی کتابیں بڑی مقبول و معروف ہیں۔

راقم الحروف نے خود دو مرتبہ ان کے آستانے پر حاضری دی ہے

روحانی و جسمانی بیماروں کا شفا کے حصول کے لئے ایک جم غفیر ہوتا ہے ؎

ندانم آں گلے خنداں چہ رنگ و بو دارد
کہ در ہر چمنے گفت گوئے او دارد

مجرب روحانی نسخے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص کسی کو کسی تکلیف میں مبتلا دیکھ کر یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ اللہ تعالیٰ اُسے مصیبت، تکلیف اور دُکھ سے ہمیشہ محفوظ رکھے گا۔

علماء نے کہا ہے کہ اگر یہ بلاء دین میں ہو، جیسے شراب، جوا، زنا وغیرہ تو یہ کلمات بلند آواز سے اُسے سنا کر پڑھیں تاکہ اُسے تنبیہ بھی ہو اور عبرت بھی حاصل کرے اور اگر یہ تکلیف جسمانی ہو، جیسے جزام، چیچک یا کوئی اور، تو خاموشی سے یہ کلمات ادا کرے تاکہ مبتلا شخص شکستہ خاطر نہ ہو۔

امام بخاری، امام احمد، ترمذی ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو یہ پڑھ کر دم فرمایا کرتے تھے

اُعِیْذُھَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ۔

حضرت عثمان ابن العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے ایک روز بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب سے مسلمان ہوا ہوں مجھے شدید درد رہتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جان لیوا ثابت ہوگا۔ حضور نے فرمایا درد کی جگہ اپنا ہاتھ رکھو۔ پھر تین بار بسم اللہ الخ اور سات مرتبہ درج ذیل کلمات پڑھ کر درد کی جگہ دم کرو۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ

تعارف

حضرت قبلہ مفتی محمد شفیع رضوی صاحب

خطیب جامع مسجد محمدی نشاط کالونی۔ لاہور چھاؤنی

حضرت موصوف ہمارے اسلاف کی ایک چیدہ شخصیتوں کے آثار میں سے ایک ہیں۔ عمر کی رسیدگی نے جہاں ان کی صحت پر کوئی اثر نہیں ڈالا، توانا و تندرست اور باہمت و حوصلہ ہیں اور سعی و کاوش کے دھنی ہیں۔ وہاں ان کے ایقان، عشق حبیب اور تقویٰ و پرہیز گاری کو مزید جلا ملی ہے۔ ابتدائی تعلیم مولانا سید حامد علی شاہ صاحب کے مدرسہ سرگودھا اور علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ انوار العلوم ملتان سے حاصل کی۔ تکمیلِ تدریس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد سے دستِ بیعت ہوئے، اور اکابرین امت عاشق رسول مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ اور مناظر اسلام مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل کی خدمت میں ایک وقت گزارا اور فیوض و برکات حاصل کیں۔ پھر روضہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر عرصہ سات سال حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مشرقِ وسطیٰ کے راستے حجاز مقدس تک پیدل سفر کیا۔ آپ کا فرمانا ہے کہ اس سفر میں ایسی ایسی شخصیات سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا کہ ایک دفعہ مصافحہ کرنے پر ہفتہ ہفتہ بھر ہاتھوں سے خوشبو اور مہک آتی رہتی اور وہ لذت آج بھی محسوس ہوتی ہے۔ حضرت شاہ لیقیق رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے پر فرمانے لگے میں خود اس آستانہ عالیہ پر کچھ عرصہ رہا ہوں۔ میری درخواست پر چند واقعات چشم دید بیان فرمائے۔

انٹرویو

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شفیع رضوی صاحب نے ایک نشست میں فرمایا کہ میں سعادتِ زیارت حرمین شریفین کے لیے حرم کعبہ میں حاضر تھا کہ حاجی محمد ہاشم واہڑا صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ دورانِ گفتگو معلوم ہوا کہ وہ سندھ میں ٹھٹھ کے قریب حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کے قریب رہتے ہیں۔ اسی ملاقات میں حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے آشنائی ہوئی ان کی حیرت انگیز کرامات سُن کر زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ حاجی محمد ہاشم واہڑا صاحب نے دعوت دی کہ آپ جب بھی پاکستان تشریف لائیں۔ ہمارے ہاں ضرور تشریف لائیں۔

سعادت حج سے واپسی پر میں حاجی صاحب کی دعوت اور اپنی دلی تمنّا پوری کرنے کے لئے ان کے ہاں حاضر ہوا اور پھر وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ خوشے دوست کچھ اس طرح دل میں سمائی کہ پھر جدا ہونے کی طاقت ہی نہ رہی۔ چھ سات سال وہیں قیام رہا۔ اسی قیام کے دوران کے مشاہدات اور معلومات کی روشنی میں حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ عرض کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

وہاں ایک رشیدی قوم آباد ہے۔ ان کا ایک آدمی اپنی والدہ کو لے کر حاضر دربار ہوا۔ اس کی والدہ قریباً اپاہج تھی۔ وہ چلنے پھرنے سے معذور تھیں کسی بیماری کی وجہ سے نچلا دھڑ بیکار ہو چکا تھا۔ سات روز قیام کے بعد رات کو قبلہ شاہ صاحب سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ اپنی والدہ صاحبہ

کو پلہ مچھلی کی دم کھلاؤ، ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا حضرت! پلہ مچھلی کا کہاں سے انتظام کروں؟ آپ نے فرمایا، قریبی بستی میں ایک وڈیرے کے گھر مہمان آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے مہمانوں کے لئے پلہ مچھلی پکائی ہوئی ہے۔ اُن کے ہاں والدہ کو لے جاؤ اور میری طرف سے پیغام دو۔

وہ شخص صبح اُٹھا۔ والدہ صاحبہ کو کندھوں پر بٹھایا۔ اور اس وڈیرے کے پاس لے گیا۔ پوچھا۔ آج آپ نے کیا پکایا ہے؟ انہوں نے کہا پلہ مچھلی پکائی ہے۔ پھر اس نے سارا خواب کہہ سنایا۔ انہوں نے خوش آمدید کہا اور مائی صاحبہ کو پلہ مچھلی کی دم پیش کی، مائی صاحبہ نے وہ مچھلی تناول فرمائی۔ قریباً گھنٹے بھر کے بعد مائی صاحبہ کے مردہ جسم میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور دیکھنے والوں نے ایک نیا معجزہ دیکھا، کہ وہ اپاہج خود اپنے قدموں سے چل کر اپنے گھر پہنچی۔

حضرت علامہ رضوی صاحب نے آستانہ حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سجادہ نشین صاحب کے حوالہ سے بیان فرمایا۔ سجادہ نشین حضرت خلیفہ غلام محمد اوٹھار رحمہ اللہ غزالیٔ دوراں علامہ شیخ الحدیث والقرآن سید احمد سعید کاظمی ملتانی کے ہم پلہ و ہم عصر بتائے جاتے ہیں۔ مولانا رضوی صاحب فرماتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں آستانہ پر ایک صاحب اپنے نابینا بیٹے کو لے کر حاضر ہوئے۔ اس کی بے چارگی دیکھنے کے لائق تھی۔ التجا و آرزو میں کئی روز بسر ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ شخص اب یہاں سے شفا کی دولت لے کر ہی جائے گا۔ نتیجتہً ایک روز وہ خواب دیکھتا ہے کہ حضرت قبلہ تشریف لاتے ہیں اور مریضوں کی ایک لمبی قطار ہے۔ اس قطار میں اس کا بیٹا بھی بیٹھا ہے حضرت قبلہ شاہ صاحب مریضوں کو دیکھتے ہوئے آرہے ہیں۔ لیکن اس کے

بیٹے کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ سب مریضوں کو دیکھ کر پھر واپس تشریف لائے اس کی آنکھوں کا معائنہ کیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں انجکشن لگایا

صبح اُٹھ کر کیا دیکھا کہ اُس کا بیٹا اس سے بھی پہلے اُٹھ کر بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے اپنے والد کو بتایا کہ ابا جان میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہی خواب جو اس کے باپ نے دیکھا تھا۔ اس کے لڑکے نے بھی سنایا باپ نے کہا بیٹا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ بیٹے نے خوشی سے چیخ کر کہا۔ ابا جان! اب میں دیکھ سکتا ہوں۔ باپ کو بیٹے کی بات پر یقین نہ آیا۔ اس نے رومال اوپر کیا اور پوچھا، بتاؤ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا رومال ہے۔ پھر اس نے انگلیاں پوچھیں، وہ بھی بتا دیں، پھر اس نے کہا۔ میرے آگے آگے چلو اور مجھے شاہ صاحب کے آستانے تک لے چلو۔ جب وہ اپنے باپ کو آستانے پر لے جانے میں کامیاب ہو گیا تو اس کے والد کو بھی یقین ہو گیا کہ خدائے بزرگ و برتر نے اس کے بیٹے کو نورالبصر لوٹا دیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رضوی صاحب نے فرمایا کہ میرے حرمین شریفین کے ہمسفر جناب حاجی محمد ہاشم واہڈا صاحب نے اپنے ایک دوست کا تذکرہ بھی کیا جو بہت خوبصورت نوجوان تھا۔ لیکن بدقسمتی سے قوتِ مردمی سے محروم تھا۔ یہ راز صرف اس کی اپنی ذات تک محدود تھا۔ والدین نے پیہم انکار کے باوجود اس کی شادی کر دی۔ شادی کے بعد اس نامردی کے راز میں اس کی بیوی بھی شریک ہو گئی۔ وہ بہت پریشان رہنے لگا اور اس پریشانی کا حل اس نے زیارت حرمین شریفین نکالا۔ اس نے سوچا کہ میں نے دنیا بھر کے اطباء اور ڈاکٹروں کے دروازوں پر ناکام دستک دی ہے۔ سنا ہے جب انسان دنیا بھر سے مایوس ہو جاتے تو ہادی انس و جن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ شفا پر حاضری دینے سے

دولتِ شِفا مِل جاتی ہے۔ یہی سوچ کر وہ سعادتِ حج حاصل کرنے پہنچا۔ جب درِ والا شہہِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پہنچا تو عرض کی۔ مولا ؎

بے یار و مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تجھے یار و مددگار بنایا

اے میرے آقا۔ دنیا جہاں کے غم دور کرنے والے مولا۔ میری پریشانی دیدنی ہے۔ رحم فرمایئے۔ حاجی محمد ہاشم داھڑا صاحب فرماتے ہیں کہ رات کو اسے نبی پاکؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے لئے دارالشفا، تمہارے اپنے علاقہ کے بزرگ شاہ یقیق کا آستانہ ہے وہاں چلے جاؤ۔ تمہیں وہیں سے شفا ملے گی۔ جب وہ حج کی سعادت کے حصول کے بعد واپس لوٹے تو حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی میں مصروف تھے کہ چھت سے مصری کی ایک ڈلی ان کی جھولی میں گری۔ انہوں نے اس مصری کو تناول کیا۔ بس اس کے کھاتے ہی قوت مردمی کے سوتے جاگ اُٹھے۔ خدائے بزرگ و برتر نے انہیں شفاء کلی سے نوازا۔ اور اب اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ان کے ہاں چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور یہ گھر خوشیوں کا گہوارہ ہے۔

ایک سوال ذہن میں ابھر سکتا ہے کہ کیا یہ شفا انہیں آستانہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں مل سکتی تھی؟ انہیں حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر کیوں بھیجا گیا؟ تو اس کا جواب سیدھا سا ہے کہ منبع جود و سخا اور شفا تو بے شک وہی ہے۔ لیکن مختلف مقامات پر اس کی برانچیں کھلی ہوئی ہیں۔ اگر ان برانچوں کی طرف خود صاحب مرکز توجہ مبذول نہیں کروائے گا تو اور کون کرائے گا؟ وہاں اس قسم کے واقعات زبان زدِ عام ہیں۔

ماہنامہ "آئینہ" لاہور کے ایڈیٹر جناب محمد رفیق شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنے ایک شمارے میں اور انقلاب حقیقت کے مصنف نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا حافظ صاحب زیارت حرمین کیلئے حاضر ہوئے اور بارگاہِ نورِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آنکھوں کے نور کے لئے درخواست گذار ہوئے۔ آپ نے خواب میں فرمایا تمہیں ہندوستان میں لاہور کے قریب شرقپور شریف میں حضرت میاں شیر محمد (رحمۃ اللہ) کے ہاں سے شفا ملے گی۔

حافظ صاحب بعداز فراغت حج بیت اللہ جب ہندوستان پہنچے تو راستہ پوچھتے پوچھتے رات کے وقت شرقپور شریف پہنچے۔ سوچا، بے وقت حضرت صاحب کو پریشانی نہیں کرنا چاہیئے۔ رات کہیں بسر کر لیتے ہیں۔ صبح آپ کی خدمت میں سلام عرض کریں گے۔ انہوں نے رات کاٹنے کے لیے شرقپور شریف کے مشرقی دروازے کے باہر ایک چھوٹی سی مسجد میں قیام کیا۔ جب سحری کا وقت ہوا۔ تہجد کی نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے آواز دی۔ بھائی صاحب! باہر دیکھیں، پوہ پھوٹ گئی ہے حافظ صاحب نے جواب دیا۔ جناب میں اندھا ہوں۔ دیکھ نہیں سکتا۔ آپ خود اٹھیں اور باہر جھانک لیں۔ اس جواب پر خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر پکارنے والے نے پکارا کہ بھائی صاحب باہر دیکھیں تو پوہ پھوٹ گئی ہے۔ یعنی صبح صادق طلوع ہو گئی ہے۔ حافظ صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔ آواز دینے والے اُٹھے، اور حافظ صاحب کو ساتھ لے کر مسجد کے صحن میں آتے اور کہنے لگے دیکھو صبح صادق طلوع ہو گئی ہے یا نہیں۔ درحقیقت حافظ صاحب کی صبح صادق طلوع ہو چکی تھی انہیں اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آرہا تھا۔ وہ صبح صادق کے طلوع ہونے کا دلفریب نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شفاخانہ شرقپور شریف سے حضرت میاں شیر محمد صاحب شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کے طفیل حافظ صاحب کو آنکھوں کی بینائی عطا فرما دی تھی۔

گویا اُس شخص کو بھی شفاخانہ شاہ یقیق رحمۃ اللہ کی نشاندہی کرنا حضور صاحب علم وحکمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہی برائے کی نشاندہی تھی۔ یہ شفاخانے مختلف مقامات پر کھلے ہوتے ہیں۔ جن سے دنیا فیض یاب ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شفاخانوں کی شفا کے فیوض کو عام کرے۔

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع صاحب رضوی مدظلہ العالی نے اپنا ایک چشم دید واقعہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایک گھرانے کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی وہ حضرت شاہ یقیق رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر آکر بیٹھ جاتے۔ جب تک حضرت صاحب کی طرف سے کوئی اشارہ نہ ملتا وہ اٹھ کر نہ جاتے۔ آپ حق میں فرمادیں تو سبحان اللہ اور مخالفت میں بھی فرمادیں تو قبول کرتے ہیں۔

اس خاندان کے ایک نوجوان کو میں نے خود دیکھا۔ آستانہ پر حاضر ہوا اور کیپٹن بھرتی ہونے کے لئے درخواست گزار ہوا۔ آپ نے خواب میں ارشاد فرمایا تجھے بھرتی کرلیا گیا ہے۔ جب وہ گھر پہنچا تو انٹرویو کال آئی ہوئی تھی۔ وہ شخص انٹرویو کے لئے حاضر ہوا۔ یہ بہت خوبصورت اور اونچا لمبا جوان تھا۔ افسر نے انٹرویو میں سوال کیا کہ صحرائی جہاز کسے کہتے ہیں؟ دراصل صحرائی جہاز اونٹ کو کہتے ہیں۔ لیکن اس نے آفیسر کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ جناب آپ ذاتیات پر اتر آئے ہیں (یعنی مجھے اونٹ سے تشبیہ دی ہے) آفیسر اس جواب سے بہت محظوظ ہوا۔ بڑے زور سے ہنسا اور اسے بھرتی کرلیا۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس آستانے پر نہ صرف پاکستانیوں کو ہر خطہ سے آتے دیکھا۔ بلکہ افریقہ، ہانگ کانگ، برما، چائنہ، ملائشیا اور بنگال سے آنے والوں کو بھی دیکھا ہے اور کثرت سے آتے دیکھا ہے۔ کوڑھی یعنی جذام کے مریضوں کو بھی شفایاب ہوتے دیکھا ہے۔ اس علاقہ میں بے شمار سانپ ہیں لیکن

حضرت صاحب کے علاقہ میں آج تک کسی کو سانپ نے نہیں ڈسا۔

آپ نے یہ بھی بتایا کہ قبلہ شاہ صاحب آجکل زیادہ تر سوٹڈ بوٹڈ نظر آتے ہیں شائد اس لئے کہ ماڈرن زمانہ میں ڈاکٹر حضرات کی طرف قوم کی زیادہ توجہ ہے۔ اس لئے آپ نے بھی یہی انداز اختیار کر لیا ہے۔

(واللہ اعلم و رسولہٗ بالصواب)

تعارف

صابر جالندھری صاحب

غلام باری نام رکھتے ہیں۔ لیکن نام میں کیا رکھا ہے۔ چونکہ صابر ہیں اور صابرؔ ہی تخلص رکھتے ہیں۔ اس لئے اسم بامسمّٰی شخصیت کو لوگ صابر صاحب ہی سے یاد رکھتے ہیں۔ جالندھر سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور جالندھری کہلوانے لگے۔

بنک آفیسر ہیں لیکن افسری موڈ میں کبھی نہیں دیکھا۔ درویش بھی ہیں اور درویشی ہی میں دیکھا ہے۔ خوش خلق، ملنسار اور بامروت انسان ہیں۔ باصلاحیت نوجوانوں کی تلاش میں رہتے ہیں "آجائے اگر کوئی تو پھر جانے نہ پائے"۔ کے مصداق کوئی دامن نہیں چھڑا سکتا۔ فنِ شاعری میں دولتِ کمال عطا فرما کر چھوڑتے ہیں۔ عارف جلیل مرحوم جواں سال شاعر انہی کا شاگرد، انہی کا بیٹا اور انہی کا دوست تھا۔ لجپالی ان کی خاندانی وراثت کا عطیہ ہے۔

صابر صاحب کے داداجان بزرگوار عبدالعزیز صاحب کے چچیرے بھائی پیرِ طریقت رہبرِ شریعت خواجہ مولانا مولوی محمود یسٰین لدھیانوی ہیں جو آستانہ عالیہ درگاہ حضرت حافظ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بازار کسیریاں گوجرانوالہ شہر کے سجادہ نشین ہیں۔ نقشبندی سلسلہ میں سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت رکھتے ہیں۔

صابر صاحب گلستان کالونی مصطفےٰ آباد لاہور میں ایک چھوٹے سے کمرے میں انجمن سجائے رکھتے ہیں۔ فقیر کا ڈیرہ آباد ہے۔ خدا آباد ہی رکھے۔ شعراء، ادیب اور حاجتمند آتے ہیں۔ مراد پاتے ہیں، چائے اور دیگر لوازمات سے محظوظ ہوتے ہیں۔

انٹرویو

مجھے شعر کہنے کا سلیقہ نہیں ۔ البتہ اگر کبھی شعری بھوت سر پہ سوار ہوجائے تو پھر بے تُکے شعر کہنے کی صلاحیت رکھتا ہوں ۔ ان بے تُکے اور بے ترتیب اشعار کو ایک خوبصورت سانچے میں ڈھلنے کے لیئے میں اکثر جناب صابر جالندھری صاحب سے نیاز حاصل کرتا ہوں ۔صابر جالندھری صاحب سے میری پہلی ملاقات نہ جانے کب ہوئی ۔لیکن جب ہوئی ایک مالوس پیار اور عقیدت کا عطیہ دے کر چلی گئی ۔

قسم خدا کی محبت نہیں عقیدت ہے

دیارِ دل میں بڑا احترام ہے تیرا

ایک بار عارف جلیل کی یاد میں منعقدہ مشاعرہ میں خاکسار کو دعوت دے بیٹھے ۔ یہ تھی رابطوں کی ابتداء ۔ اگرچہ محبت کا انجام بخیر نہیں ہوتا تاہم طالبِ خیریت ضرور ہوں ۔

ایک روز انٹرویو کے لئے حاضر ہوا ۔ تو فرمانے لگے ۔میری اہلیہ کے گردے خراب ہو گئے تھے ۔ حتیٰ کہ آپریشن سے ایک گردہ نکال دیا گیا ۔ دوسرے گردے کی فکر دامن گیر ہوئی ۔ کہنے والوں نے کہہ دیا کہ اس کی بھی خیر مناؤ ۔صاف ظاہر ہے کہ یہ اشارہ سفرِ آخرت کی غمازی کرتا تھا ۔اگرچہ وہ وقت کسی سے نہیں ٹلتا ۔پھر بھی اہلِ محبت کی خواہش تو یہی ہوتی ہے کہ یہ ہنس ہمارے ہاں سے اڑ کر نہ جائے ۔ اگر یہ اڑ کر چلا گیا تو چمن ویران ہو جائے گا ۔ کاش یہ مریض صحت یاب ہو جائے

اور چند روز اور اپنی دلنواز محبت سے نوازے۔ اسی تمنا پہ نظامِ کائنات نظم میں ہے۔ دنیا میں حکیم، اطباء، ڈاکٹرز، دوا دارو اور مریض کی تثلیث قائم ہے تقاضائے فطرت بھی یہی ہے کہ دنیا میں تا قیامِ قیامت اس تثلیث کا یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جائے۔

صابر صاحب نے بتایا کہ ہمیں کسی کرم فرمانے بتایا کہ اگر دوسرے گردے کو بچانا مقصود ہو تو آج سے ان حکماء و اطباء اور ادویات کے چنگل سے نکلو۔ اگرچہ ان کے متعلق مولانا روم اپنی مثنوی معنوی میں ارشاد فرما گئے ہیں کہ :-

این حکیمانِ بدن دانشورند

از سقامِ تو زتو واقف ترانذ

یعنی یہ جسمانی حکیم تم سے زیادہ تمہارے جسمانی امراض سے واقف و آشنا ہیں۔ لیکن ان سے بھی زیادہ با اثر شفا کی دولت بانٹنے والے روحانی شفاخانوں کے مالک ہیں۔ وہ جسمانی بیماریوں کا علاج بھی کرتے ہیں اور روحانی بیماریوں کا بھی۔ میرے لئے یہ انکشاف حیران کن نہ تھا۔ اس لئے کہ یہ دولت ہو میرے گھر سے بھی بٹتی تھی۔ میں نے اپنے مشیر سے پوچھا۔ مجھے کس روحانی شفا خانے سے باخبر کر رہے ہو تو اس نے بتایا کہ یہ شفاخانہ ضلع جہلم میں "پیر دا کھارا" ہے۔

ایک روز ہم اہلِ خانہ نے ایک گاڑی کا انتظام کیا۔ لاہور سے فیصل آباد گئے وہاں سے کچھ افراد کو ساتھ شامل ہونا تھا۔ ان کو ساتھ لیا اور خوشاب کے راستے "پیر دے کھارے" پہنچے۔ یہ جگہ ضلع جہلم میں واقع ہے۔ اوپر پہاڑی سے ایک چشمہ بہتا ہے۔ مزار پاک کے قریب آکر چشمہ دو حصوں میں بٹ جاتا ہے: کھاری پانی سے چند گھونٹ پانی نوش فرمائیں اور گردے پتھری وغیرہ کے جملہ امراض سے شِفا پائیں۔

ہم نے اس کھارے پانی سے اپنے اندر کے کھارے پن کو دور کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس پانی کے دو گھونٹ نے اتنی بھوک اور اشتہا پیدا کر دی۔ کہ ہمیں بار بار خواہشِ خورد و نوش ہونے لگی۔ اس لئے پیٹ کی بھوک کو مٹانے کے لئے خلاف معمول کئی بار کھانا کھاتے ہی بنی۔ اُس دن کے بعد آج تک میری اہلیہ کا اکلوتا گردہ مسلسل ٹھیک ٹھاک کام کر رہا ہے۔ بلکہ اب دوسرا مصنوعی گردہ لگوانے کے ارادے ہیں۔ پچاس ہزار روپے جمع کروا بیٹھے ہیں، اور پچاس ہزار روپیہ مصنوعی گردہ کی پیوندِ کاری کے وقت ادا کیا جائے گا۔

دل چاہتا ہے کہ دنیا بھر کے دُکھی انسانوں اور صحت کے بھکاریوں سے عرض کروں کہ اے بے چینو، اے بے قرارو۔ جن اللہ والوں کے آستانوں سے تم نے عدم اعتمادی اور بے اعتقادی کی وجہ سے منہ موڑ لیا ہے۔ ان کو چھوڑ کر غیروں کے دروازوں پر دستِ سوال دراز کرتے پھرتے ہو۔

حقیر جان کے جن کو بجھا دیا تو نے
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

ڈاکٹروں کی ادویات کھا کر وقتی طور پر ایک مرض سے نجات پا لیتے ہو۔ لیکن ان ادویات کی بدولت دیگر بیسیوں امراض اژدھا کی صورت منہ کھولے ہوتے ہیں اور لاشعوری طور پر ان امراض کے اثرات ہمارے اجسام میں داخل ہو کر ہماری صحت کا بھی جنازہ نکال دیتے ہیں۔

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ ڈال دیئے سائے ہم نے

صابر جالندھری صاحب اپنی کہانی سنا رہے تھے اور ان کے چہرے پر یقین کی پختگی اور اعتماد کی اتنی گہرائی و گیرائی تھی جسے الفاظ کا جامہ پہنانا ممکن

نہیں۔ اسی دوران دس گیا سال پرانی ایک کہانی میرے ذہن کے کسی جھروکے سے جھانکنے لگی۔

ایک صاحب تھے چودھری رحمت علی صاحب۔ میرے ایک دوست شیخ محمد ادریس عاصی صاحب ہیں، جو اس کتاب کے کاتب ہیں۔ وہ صاحب اِن کے دوست تھے۔ خوش طبع و خوش مزاج انسان۔ ادریس صاحب کے حوالے سے میری بھی ان سے شناسائی ہو گئی۔ وہ جب لاہور کاروبار کے سلسلہ میں آتے تو میرے غریب خانہ پر تشریف لائے بغیر واپس نہ جاتے۔

چودھری رحمت علی صاحب پنڈی بھٹیاں کے رہنے والے ہیں۔ پٹواری خاندان سے ہیں — اور کپڑے وغیرہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ پنڈی بھٹیاں لاہور سرگودھا روڈ پر سکھیکی اور چنیوٹ کے درمیان ایک قصبہ ہے۔ یہاں سے ایک سڑک حافظ آباد کے راستے گوجرانوالہ جا کر ملتی ہے۔

ایک روز بر سبیل تذکرہ کہنے لگے۔ میں اہلِ حدیث عقائد کا حامل ہوں، اور اپنے عقائد پر شدت کی حد تک اعتقاد ہے۔ میرے گردے میں پتھری تھی جب یہ درد اُٹھتا تو تڑپا کے رکھ دیتا۔ اسی طرح ایک بار تڑپ رہا تھا کہ کسی صاحب نے کہا، کھارا پیر چلے جاؤ۔ اُن کے چشمے سے پانی پیو۔ آرام آجائے گا میرے دل کو یہ مشورہ اچھا نہ لگا۔ میں نے ہوں ہاں کر کے ٹال دیا کہ ؎

ایک خوابیدہ مشیت کے پرستار ہو تم
ایک تابندہ حقیقت کا طلب گار ہوں میں — احمد ندیم قاسمی

بات تو آئی گئی ہو گئی لیکن درد بڑھنے لگا۔ شدتِ درد کی وجہ سے میرے عقائد کی مضبوط دیوار میں دراڑیں پڑنے لگیں، اور آخر ایک روز مجھے میرے

دل نے "پیر دا کھارا" جانے پر مجبور کر دیا۔ میں جب " پیر دا کھارا" پہنچا اور وہاں چشمے سے پانی نوشِ جاں کیا تو چشتی صاحب دردِ گردہ ساتھ چھوڑ گیا اور آج تک اس نے میری طرف دوبارہ منہ نہیں کیا۔ لیکن ایک اور میٹھا سا درد دے گیا۔ وہ ان روحانی شفاخانوں کے طبیبوں سے عقیدت و محبّت کا درد ہے۔

عشق بنائے دردِ دل۔ حسن دوائے دردِ دل
دل ہے برائے دردِ دل۔ دل کا خدا بھلا کرے

اسی سلسلہ میں جناب راجہ رشید محمود صاحب ایم اے جن کا انٹرویو پہلے گزر چکا ہے، انہوں نے اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے متعلق انکشاف کیا۔ ان کے گردہ میں پتھری تھی۔ تکلیف انتہا کو پہنچ گئی۔ کئی بار اسپتال میں داخل کروایا۔ ایک دن آپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ مرض اور مریض ہر دو کی حالت ظاہر کرتی ہے کہ معاملہ خطرناک صورت اختیار کر سکتا ہے۔ ہم نے آپریشن تھیٹر سے ہمشیرہ کو نکلوایا اور سیدھے کھلا پیر لے گئے۔ چشتی صاحب الحمد للہ! ہماری ہمشیرہ مکمل طور پر اب صحت یاب ہیں اور اب انہیں کہیں ڈاکٹر یا طبیب کی ضرورت نہیں رہی۔

درد سے نجات کا روحانی نسخہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب نبی پاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم بیمار ہوتے تو آپ معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے، اور اگر درد کی شدّت ہوتی تو میں خود پڑھ کر دم کرتی، اور بامید برکت ہاتھ پھیرتی۔ (رواہ الشیخان۔ ابوداؤد، ابن ماجہ)

یعنی معوذات جملہ دردوں کے لئے باذن اللہ و باذن رسول صلّی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نافع ہے۔ **معوذات یہ ہیں**

سورۃ الفلق

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

سُوْرَۃُ النَّاس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِکِ النَّاسِ ۝ اِلٰہِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ۝

علامہ احمد الدیربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "فتح المجید" مطبوعہ طبع رحمانیہ مصر ۱۳۳۸ھ ص ۹ پر لکھتے ہیں۔

کہ بعض صالحین کا تجربہ ہے کہ اگر کوئی اپنے جسم کے کسی حصہ میں درد محسوس کرے۔ تو درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور سات مرتبہ درج ذیل کلمات پڑھے درد سے نجات مل جائے گی۔ انشاء اللہ یہ ایک مجرب علاج ہے۔ کلمات یہ ہیں :-

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّیْ سُوْءَ مَا اَجِدُ وَفُحْشَہٗ بِدَعْوَۃِ نَبِیِّکَ الْمُبَارَکِ الْاَمِیْنِ الْمَکِیْنِ عِنْدَکَ۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں۔ مجھے شدید درد رہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جان لیوا ثابت ہوگا۔ حضور نے فرمایا۔ درد کی جگہ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھو،

پھر تین بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو اور سات مرتبہ یہ کلمات پڑھتے ہوئے دم کرو۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّمَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ۔

صحیح مسلم میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔ عیادت کے لئے حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ پوچھا! جان عالم! کیا آپ بیمار ہو گئے؟ فرمایا۔ ہاں۔ جبریل علیہ السلام نے یہ پڑھ کر دم کیا۔

بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْعَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ ۔

روحانی مداوا

حاجی محمد شریف صاحب۔ کرنال پلاسٹک ورکس پسرور روڈ گونہ خورد سیالکوٹ سے پانی کی بوتل دم کردہ تین دن پینے سے بھی دردِ گردہ کو آرام آجاتا ہے۔

دردہ گردہ کے لئے یونانی نسخہ

مغز کدو ،	مغز کھیرا ،	مغز خربوزہ ،	حب کاکنج ،	حجر الیہود ،
۱/۲ ا تولہ	۱/۲ ا تولہ ،	۱/۲ ا	۱/۲ ا تولہ	۱۵ تولہ ،

باریک پیس کر کپڑ چھان کرلیں۔ ۳ پاؤ خالص شہد گرم کرلیں جب تار بن جائے تو اس میں یہ سفوف ڈال لیں۔ مریض کو ہر صبح ۳ ماشے عرق سونف سے کھلائیں۔ انشاء اللہ آرام آجائے گا اور پتھری کا خصوصی طور

تعارف

محترم عبدالحمید صاحب خوش خلق، خوش وضع اور خوش طبع انسان ہیں۔ تقریبًا ۴۵، ۵۰ کے پیٹے میں ہوں گے۔ سواحی نگر مکان نمبر ۵، گلی نمبر ۱ لاہور میں تشریف رکھتے ہیں اور جاوید شوز فیصل مارکیٹ قلعہ گوجر سنگھ لاہور کے نام سے کاروبار کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے جاوید کی سواحی نگر میں ایک علیحدہ دکان ہے اور خوب اللہ کا فضل ہے۔

عبدالحمید صاحب سے میرا واسطہ میرے پڑوسیوں کی وجہ سے ہے یہ میرے پڑوسی محترم شوکت علی صاحب ولد محمد شفیع صاحب کے چچا لگتے ہیں ان کے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ چونکہ ملنسار اور خوش خلق انسان ہیں اس لئے جب ملتے ہیں جسرتیں نکال دیتے ہیں۔ جنوری ۱۹۸۸ء کے بالکل اوائل میں میرے محلے دار جناب تاج محمد صاحب کے بچے کے سالانہ ختمِ قرآن پاک میں عبدالحمید صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ اس ملاقات میں انھوں نے اپنی تکلیف اور اس تکلیف سے متعلق روئیداد سنائی اور کہا علاج کی انتہا آپریشن تک جا پہنچی ہے۔ فرمانے لگے ۱۳ر جنوری ۱۹۸۸ء کو آپریشن کے لئے تاریخ مقرر ہو چکی ہے۔ دس ہزار روپے ایڈوانس کل جمع کروائے جائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر آگے جو کچھ ہوا وہ آئندہ صفحات میں بیان ہوگا۔

کر میں انھیں پیبر دا کھارا۔ للہ شریف ٹاؤن تحصیل خوشاب لے گیا۔

واپسی کے بعد میں اپنے کام مصروف ہو گیا اور عبدالحمید صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ۱۸ جنوری ۱۹۸۸ء کو بندہ ان کی دکان پر پہنچا اور صورتِ حال دریافت کی۔ وہ حیران بھی تھے اور خوش بھی۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا اس کی تفصیل

انٹرویو

مشاہدہ

عبدالحمید صاحب ولد حاجی غلام محمد صاحب، فرمانے لگے۔ چشتی صاحب قریباً آٹھ نو ماہ قبل میرے بائیں پہلو میں درد رہنے لگا۔ میں نے سمجھا کہ دکان پر بیٹھے رہنے کی وجہ سے گیس کی شکایت ہوگئی ہے۔ لہذا علاج کروایا، چورن کھائے دوائیں استعمال کیں۔ لیکن افاقہ نہ ہُوا۔ اہل خانہ کے مجبور کرنے پر میں نے میو ہسپتال لاہور سے رجوع کیا۔ ڈاکٹر فتح خاں اختر صاحب گردہ سپیشلسٹ سے آئی۔ وی پی کروایا تو انہوں نے رپورٹ میں لکھا کہ گردہ بالکل سکڑ چکا ہے اور گردے کی نالی میں پتھری ہے جس پتھری کی وجہ سے گردہ مردہ ہوچکا ہے، یہ آپریشن کے بغیر درست نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد ڈاکٹر فاروق رسول صاحب کے ہاں "لاہور الٹرا ساؤنڈ جیل روڈ لاہور گیا اور ان سے الٹرا ساؤنڈ کرایا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوا۔ کہ گردے کی نالی میں پتھری ہے اور گردے کا فنکشن بالکل ختم ہوچکا ہے اس لئے اس کا علاج آپریشن میں ہے۔ البتہ ڈاکٹر فاروق رسول صاحب نے مجھے ڈاکٹر فتح خاں اختر صاحب کی بجائے گردہ سپیشلسٹ جنرل ہسپتال جناب ڈاکٹر فرخ صاحب سے رابطہ کے لئے کہا۔ میں وہاں پہنچا تو انہوں نے بھی تمام رپوٹیں دیکھیں اور دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا کہ گردہ ختم ہوچکا ہے

اس کی نالی میں پتھری ہے۔ اس نے راستہ بند کر دیا ہے۔ جب تک وہ اپنی جگہ پر رکی ہوئی ہے اس وقت تک زندگی کی گاڑی چلتی رہے گی اگر خدانخواستہ وہ اپنی جگہ سے کچھ ادھر ادھر ہو گئی تو زندگی کو سخت خطرہ ہے۔ البتہ ایک آخری رپورٹ اٹامک انرجی کی ہوتی ہے وہ رپورٹ لے لیں تاکہ شائید مزید کوئی صورت نکل آئے۔

میں اٹامک انرجی والوں کے ہاں پہنچا تو انہوں نے رپورٹ میں لکھا کہ ایک گردہ ۱۰۰ فیصد کام کر رہا ہے جب کہ دوسرا گردہ صرف ۱۵ فیصد کام کر رہا ہے۔ ڈاکٹر فرخ صاحب کہنے لگے کہ ۱۵ فیصد کام کرنا تو کوئی معنے نہیں رکھتا اس لئے یہ گردہ بے کار ہو چکا ہے۔ آپ اس کا آپریشن کروائیں۔

بندہ سخت ذہنی پریشانی کا شکار ہو گیا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ اسی فکر اور پریشانی میں دکان میں بیٹھا تھا کہ ایک دوست آگئے، حال احوال پوچھنے لگے میں نے مایوسی کا اظہار کیا اور تمام صورت حال بتائی تو وہ مجھے ایک اللہ والے کے پاس لے گئے اور تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا حمید صاحب اپریشن نہ کرائیں تکلیف ہو گی۔ آپ ۲۱ روز نہار منہ مولی استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا میں نے مولی کھانا شروع کر دی، لیکن ۲۱ روز بعد بھی تکلیف ویسی کی ویسی ہی تھی۔ میں نے ان بزرگوں سے حقیقت حال بیان کی تو انہوں نے فرمایا بیٹا میں پھر کہتا ہوں کہ آپریشن نہ کرائیں اور ساتھ ہی مجھے ایک تعویذ گلے میں ڈالنے کے لئے دیا اور ایک حکیم صاحب کا پتہ دیا اور فرمایا کہ وہ حکیم تمہارے لئے جو دوا تجویز کرے وہ کھاؤ انشاءاللہ آرام آجائے گا۔ مرتا کیا نہ کرتا، ایک عجیب الجھن کا شکار حکیم صاحب کے ہاں پہنچا۔ حکیم

صاحب مکھن پورہ میں ادیسیہ دواخانہ کے نام سے مطب چلاتے ہیں۔ انہوں نے جو دوا ارشاد فرمائی مَیں نے کھانا شروع کر دی اور پانچ ماہ دوا جاری رکھی۔ لیکن تکلیف کہتی تھی نہیں "چکی" کے اڑھائی پاتھ ہی ہوتے ہیں۔ اس سے کم و بیش ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حکیم صاحب بھی پریشان ہو گئے مجھے ساتھ لے کر خود بزرگوں کے پاس پہنچے اور کہا کہ اللہ والو! اب کیا کریں یہ شخص میرے کہاں سے بھی ہزاروں روپوں کی دوا استعمال کر چکا ہے۔ اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ یہ تو میری بھی بدنامی ہو رہی ہے۔ فرمایئے کیا کیا جائے۔ مَیں نے بھی سخت مایوسی کا اظہار کیا۔ تو فرمانے لگے۔ آپریشن کا تو کبھی بھی مشورہ نہ دوں گا۔ نہ جانے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ آپریشن سے مسئلہ خراب ہو جائے گا لیکن میرے اصرار پر فرمانے لگے۔ اچھا جاؤ اللہ فضل کرے گا۔

حلقۂ احباب بھی مصر تھا کہ آپریشن کرا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایک بات یہ تھی کہ مَیں اتنی جلدی اتنی بڑی رقم بھی فراہم نہیں کر سکتا تھا۔ اگرچہ اللہ کا فضل ہے اور کاروبار بھی سیٹ ہے لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر ان دنوں میرے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ دس ہزار روپیہ یکمشت ڈاکٹر کو آپریشن فیس بھی دوں اور اوپر جو خرچہ ہو وہ بھی برداشت کر دں۔ اس بات کی بھنک میرے عزیزوں کو مل گئی دوست احباب اور رشتہ داروں نے پیسوں کے ڈھیر لگا دیئے کہ صحت کی فکر کرو پیسوں کی فکر نہ کرو۔ لہٰذا اللہ کے نام پر میں نے دوستوں اور احباب کے اصرار پر اور اللہ کے سہارے پر آپریشن کا فیصلہ کر لیا۔ ایک دو روز میں ڈاکٹر صاحب کے پاس رقم جمع کرانے جا رہا تھا اور آپریشن کے لئے ۱۳ر جنوری ۱۹۸۸ء کا دن بھی مقرر ہو گیا کہ چشتی صاحب آپ سے ملاقات ہو گئی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ میں آپ کے مشورے کے مطابق اس آخری سہارے

کو بھی آزما لینے پر آمادہ ہو گیا کہ جہاں اتنے دھکے کھائے ہیں وہاں یہ دروازہ بھی کھٹکھٹانے میں کیا حرج ہے؟ فلہذا ٹھیک ۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء ہی کو جو کہ آپریشن کا دن تھا۔ آپ کے ساتھ حضرت پیر کرم شاہ ولی المعروف ٹوپی والی سرکار "کھارا پیر" کے روحانی شفاخانے میں داخل ہو گیا۔

ہنگ لگے نہ پھٹکڑی، رنگ بھی چوکھا آئے۔ نہ پیٹ چاک ہوا، نہ رقم خرچ ہوئی، نہ حلقہ احباب کا ممنون منت ہوا نہ اہل خانہ کے لئے پریشانی کا سبب بنا اور شاید آپریشن کر دا لیتا تو ان بزرگوں کے خدشات کیا تھے۔ خبر نہیں کیا ہوتا اللہ تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا۔ وہاں آپ کے ساتھ پانی نوش فرمایا اور گھر بھی لے آیا۔ آستانے پر بیٹھے ہوئے شخص کی ہدایات کے مطابق نقش بھی استعمال کر رہا ہوں۔ چشتی صاحب اللہ رب العزت نے اپنا خاص کرم فرمایا ہے اور شاید انہی بزرگوں کے قدموں کے نیچے جو چشمہ بہہ رہا ہے اس سے اس بیمار کو شفا مل گئی ہو۔

ہوا یوں کہ میں نے ایک ہفتہ وہ پانی پیا جو گھر لے آیا تھا، اس کے بعد میں نے اٹامک انرجی والوں سے تسلی خاطر کے لئے رابطہ قائم کیا۔ اٹامک انرجی والوں نے اینگ گراف کے ذریعے چیک کیا تو معلوم ہوا کہ وہ سکڑا ہوا مردہ گردہ جو پہلے صرف ۱۵ فیصد کام کر رہا تھا آج ۹۵ فیصد کام کر رہا ہے البتہ جب اس کی تین تصویریں لی گئیں تو اس میں اس کی وہی کیفیت ہے۔ لیکن اینگ گراف کہتا ہے کہ گردہ نے ۹۵ فیصد کام شروع کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحبان حیران تھے اور معلوم کر رہے تھے کہ یہ علاج کہاں سے کرایا ہے اور کونسی دوا استعمال کی ہے تو میں نے بتایا کہ حضرت پیر کرم شاہ ولی "کھارا پیر" کے چشمے سے پانی پیا ہے اس سے فائدہ ہوا ہے۔

ڈاکٹر حضرات نے کہا کہ اب آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں آپ گھر میں آرام کریں۔ پتھری کا مسئلہ بھی شاید جلد حل ہو جائے گا۔

چشتی صاحب اب صحت کافی حد تک درست ہے۔ گاہے گاہے ہلکا سا درد محسوس ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو جائے گا۔

چشتی صاحب جنوری ۱۹۸۸ء اگرچہ میرے لئے بہت ہی نیک شگون اور خیر و برکت کا مہینہ ثابت ہوا ہے، لیکن اس دوران جو چند اصحاب نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے یہ تکلیف بھی نہیں بھول سکوں گا۔ کوئی کہتا کہ اب پائیوں پر گذارا ہونے لگا ہے کوئی آوازہ کستا اب درباروں پر جانے لگے ہو، وہاں کیا ملے گا۔ کوئی ہانکتا، پیسوں کی جھنڈی ہو گئی ہے۔ غرض بھانت بھانت کی بولیاں تھیں۔ جو دکان پر راہ چلتے اور گھر پہ اکثر سننی پڑتیں لیکن یقین کامل ہو تو یہ رکاوٹیں آیا ہی کرتی ہیں۔ اگر نہ آئیں تو ایمان کی پختگی کا یقین کیسے ہو۔ دراصل میرا دل یہ کہتا تھا کہ جس خالق و مالک نے ان ادویات میں شفا رکھی ہے اسی بے نیاز رب نے ان بزرگوں کے چشمے میں بھی شفا رکھی ہے جیسے لاکھوں کروڑوں لوگوں کو فائدہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس دروازے سے نہیں لوٹائے گا۔ انشاءاللہ، یقیناً اللہ نے میرے یقین کی لاج رکھی اور مجھے بھی شفا عطا فرما کر کرم فرمایا۔

ع اے کریم اور کرم اور کرم اور کرم

روشنی

حضرت پیر داکھارا کا ذکر اس کتاب کے حوالے سے اتنی کثرت سے آچکا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ جتنے لوگوں سے ملاقات ہوئی ان میں سے اکثریت کی گفتگو کی انتہا حضرت پیر کھارا پر ہوتی۔ دل میں آئی، حضرت پیر کھارا کے آستانہ پر حاضری دینی چاہیئے۔ دسمبر ۱۹۸۷ء کے آخری ہفتہ کی تعطیلات میں جانے کا پروگرام بن گیا۔ الحاج اے ڈی اختر صاحب منڈی بہاؤ الدین میں تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی پیش کش کر دی کہ آپ تشریف لائیں۔ آگے ہم آپ کے ساتھ جائیں گے۔ لیکن بدقسمتی سے ۲۸ نومبر ۱۹۸۷ء کی صبح میری اہلیہ مختصر علالت کے بعد دارِ فانی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر شہرِ خاموشاں کی جا باسی ہوئیں۔

اِنّا لِلّٰہ وَاِنا اِلیہ راجعون۔ اور پروگرام دھرا کا دھرا رہ گیا۔

جنوری ۸۸ء کے بالکل آغاز میں میرے پڑوسی جناب شوکت علی صاحب کے چچا جان عبدالحمید صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے۔ چشتی صاحب! میں کافی عرصہ سے علیل ہوں۔ حکیموں طبیبوں اور ڈاکٹروں نے مایوس کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ تیرا ایک گردہ بالکل بے کار ہو چکا ہے۔ اب یہ نکالے بغیر چارہ نہیں گردے کی نالی میں پتھریاں پھنسی ہوئی ہیں۔ جب تک وہ اپنی جگہ پر ہیں آپ کو شاید تکلیف نہ ہو۔ لیکن جوں ہی وہ اپنی جگہ سے سرکیں۔ پھیپھڑے میں پیپ پڑنی شروع ہو جائے گی۔ ڈاکٹروں کے اس تجزیہ کے بعد ۱۳ر جنوری ۱۹۸۸ء کو آپریشن کا پروگرام بن گیا ہے کہ یہ گردہ نکال ہی دیا جائے۔

راقم الحروف گردہ نکال دینے کے خوف سے ہی کانپ اٹھا۔ مجھے معاً کھارا پیر

یاد آیا۔ میں نے عبدالحمید صاحب سے کہا کہ جب آپ ہر طرف سے مایوس ہو چکے ہیں بلکہ بات آپریشن کرانے پر طے ہو گئی ہے تو ایک جگہ اور آزما لو۔ پھر میں نے کھارا پیر کا راستہ بتایا اور وہ آمادہ ہو گئے۔

۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء بروز بدھ ہی کا پروگرام بنا۔ اس سفر میں راقم الحروف بھی ہم رکاب تھا۔ راستے اجنبی ہوں تو مسائل الجھ جاتے ہیں لیکن طلب صادق ہو تو کسی مسئلے کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ہم بذریعہ فلائنگ کوچ پہلے جہلم پہنچے۔ جہلم سے پنڈ دادن خان جانے والی بس پکڑی۔ مسافروں کی کثرت اور چھوٹی سی بس۔ جہلم سے جلال پور شریف تک ۱½ گھنٹہ عبدالحمید صاحب نے کھڑے ہو کر سفر کیا۔ کچی سڑکیں۔ پتھریلا علاقہ۔ خشک پہاڑ۔ سبزہ زندگی کا دوسرا نام ہے لیکن وہاں زندگی کہاں۔ لوگوں کی کسمپرسی پر ترس آتا رہا اور صبر و استقلال کے پیکر ہونے پر رشک بھی آتا رہا۔ کنڈکٹر محمد اکرام نامی کے پُرخلوص و عقیدت کے رویّہ سے بہت متاثر ہوئے۔

پنڈی دادن خان سے للّٰہ شریف ٹاؤن بعد از عصر پہنچے۔ آگے کھارا پیر جانے کے لئے کوئی سواری نہ تھی۔ ایک ویگن والے نے ہماری بے چارگی اور مجبوری سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ساٹھ روپے کی آنگی اور اتنے ہی وصول کئے۔ دیکھا تو حیران رہ گئے۔ کھیوڑہ کے پہاڑوں کا جو سلسلہ جاری ہے۔ اس کے دامن میں دو مزارات نظر آئے۔ بالکل سادے سے مزارات ہیں۔ دل میں آئی اور میں نے اپنے ساتھی سے بھی کہا کہ جس زمانے میں یہ لوگ یہاں آکر مقیم ہوتے وہ ہمارے لئے کتنا خوفناک ہوگا، اور ان کے لئے کتنا پرسکون یہ ساری دنیا سے منہ موڑ کر صرف ایک کی یاد میں مصروف ہو گئے اور صرف اسی کے ہو کر رہ گئے۔

تختِ سکندری پر وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

لیکن خدائے ذوالکرم والاحسان نے ارشاد فرمایا ہوگا۔ اے سید محمد کرم شاہ جو ہمارے ساتھ رہتے ہیں ہم ان کو بے نام ونشان نہیں رہنے دیتے۔ فاذکرونی اذکرکم تم نے ہمیں یاد کیا، یاد رکھا، اپنی یادوں میں بسایا۔ اب ہم تمہیں یاد رکھیں گے، رکھوائیں گے۔ فلہذا ایک مخلوقِ خدا اُن آستانوں پر حاضر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ اور اپنے نیک بندے کے فیض کو جاری رکھنے کے لئے ایک بہانہ بنا دیا چونکہ اہلِ عقل کہتے ہیں کیوں جائیں ان مُردوں کے پاس کیا رکھا ہے۔ یہ تو مر کر مٹی میں مل گئے۔ اگر یہ کچھ کر سکتے ہوتے تو منوں مٹی کے نیچے کیوں دبے ہوتے۔ یہ خود اپنے آپ کو بیماری سے صحت مند کیوں نہ کر سکے۔ اب یہ لوگ بے بس ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب برابر ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس لئے اے لوگو! ان کے پاس کیوں جاتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل اللہ فرزانہ سے اہلِ عقل کے لئے سامان مہیا کر دیا کہ یہاں بیماریوں سے شفا ملتی ہے آؤ اور آ کر شفا حاصل کرو۔ کئی اہل حدیث، وہابی حضرات نے یہاں سے فیض حاصل کیا اور معترف ہوئے۔ اور اہلِ عشق اس لئے نہیں آتے کہ ظاہری بیماری سے فیض حاصل کریں بلکہ وہ تو اسلئے آتے ہیں کہ روحانی بیماری سے فیض پا کر اپنے دل کی دنیا بسا لیں۔ وہ بھی آتے ہیں اور یہ بھی آتے ہیں۔ اب ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے سامان بہم پہنچا دیئے۔

ہم وہاں پہنچے۔ وقت بہت قلیل تھا۔ پہاڑوں کے دامن سے ایک

چشمے کا پانی کثیر مقدار میں تیزی سے بہتا ہوا مزار کے قریب سے گزرتا ہے لوگ اس پانی کو نوشِ جاں کرتے ہیں اور دربار پر حاضری دیتے ہیں۔ فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ ہم نے ایک بوتل میں پانی لیا۔ خود بھی نوش کیا۔ پانی صرف کھارا نہیں بلکہ سخت کڑوا بھی ہے پھر دربار شریف کے اندر گئے۔ کچھ پڑھا۔ صاحب مزار کو سلام کیا۔ چند لمحات میں روحانی رقت طاری ہونا اور یکسوئی پیدا ہو جانا، یہ صاحب مزار کی کرامات میں سے ہے اور ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ ہم جیسے ناکاروں کو اس سکون کی دولت سے نوازا۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ، سبحان اللہ العظیم۔ میں نے اپنے ساتھی عبدالحمید صاحب کے لئے دعا مانگی کہ اے پروردگار اتنی مسافت سے اس بیمار کو کتنی تکلیفوں سے لے کر پہنچا ہوں تو کرم فرما اور اس کو صحت و تندرستی عطا فرما مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ضرور شفا کاملہ عطا فرمائے گا۔

یہ مزار دس سال سے محکمہ اوقاف کے زیر تسلّط ہے۔ ایک صاحب محکمہ اوقاف کی طرف سے بیٹھے ہوئے تھے جو تعویز کاٹ کاٹ کر دے رہے تھے اور پانی کی بوتل میں ڈال دیتے۔ ہمیں ایک تعویز کمر پر باندھنے کے لئے دے دیا اور کہا کہ یہ پانی چند روز پییں۔ بالکل آرام آجائے گا۔ ان کی خدمت میں کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہا لیکن انہوں نے معذرت کر دی اور کہا کہ جی چاہے تو اس غلّے میں کچھ ڈال دیں جو محکمہ اوقاف کی طرف سے رکھا ہوا ہے۔

میں نے اس مختصر وقت میں اُن صاحب سے کچھ باتیں معلوم کیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان بزرگوں کا نام پیر کھارا نہیں بلکہ ان کا اسم گرامی پیر کرم شاہ ہے۔ لوگ پیر کرم شاہ ولی ٹوپی والی سرکار کہتے ہیں۔ آپ کے سر پر

ایک خاص قسم کی خوبصورت ٹوپی ہوتی تھی۔ اس کی وجہ سے ٹوپی والے مشہور ہو گئے۔ قریشی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملتان سے تبلیغ کے سلسلہ میں یہاں تشریف لائے۔ تبلیغ کرتے اور اس جگہ پر آکر قیام فرماتے اور اسی جگہ وصال فرمایا آپ کو وصال فرمائے قریباً تین صدیاں بیت رہی ہیں۔ ان کا ایک بیٹا تھا ۔ جو معصومیّت کے زمانے ہی میں وصال کر گیا۔ جس کا مزار ان کے قدموں میں ہے بے اولاد عورتیں آتی ہیں۔ اس پر آکر فاتحہ پڑھتی ہیں اور اولاد کی نعمت سے جھولیاں بھرتی ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا ایک داماد اور ایک بیٹی بھی تھی۔ جن کے ساتھ ہی مزار ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ باہر جتنے مزارات ہیں ان کے چاہنے والوں یا مجاورین و متوسلین کے ہیں ۔

اس آستانے کا خصوصی فیض درد گردہ کی پتھری کے لئے اور بے اولاد عورتوں کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ ریح کا درد، چنبل اور خارش کی نامراد امراض سے بھی شفا ملتی ہے۔

ڈرائیور نے بتایا کہ چیت کا پورا مہینہ لوگ اس قدر کثیر تعداد میں آتے ہیں کہ حد و شمار ممکن نہیں بہار کے موسم میں لوگ آپ کے عرس میں شرکت کے لئے آتے ہیں۔ یہ عرس مہینہ بھر جاری رہتا ہے۔ منڈی بہاؤالدین میں میرے ایک عزیز محترم محمد اسحاق صاحب جو ریلوے اسٹیشن ماسٹر (ریٹائرڈ) ہیں۔ ان کا کہنا ہے، للّٰہ ٹاؤن اور پیر کھارا کے اس چھوٹے سے اسٹیشن پر میں نے چیت کے ماہ میں ایک ہفتے میں ایک ایک لاکھ روپے کے ٹکٹ فروخت کئے ہیں اور یہ سلسلہ پورا چیت کا مہینہ جاری رہتا ہے۔ بسوں، لاریوں، ٹرکوں، ٹرالیوں، موٹر سائیکلوں اور پیدل آنے والے وفود اس سے مستثنیٰ ہیں ۔

ہے۔ قریبًا مارچ اپریل کا مہینہ ہوتا ہے۔

اس مرکزِ شفا کے مطالعہ سے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ پہاڑ کے بہت اوپر سے پانی کا ایک چشمہ بہتا ہے جو دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک حصہ پہاڑ کے اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ اس کا پانی شیریں ہے۔ یہی پانی اس سارے علاقہ کے باسیوں کو ملتا ہے اور چشمے کا ایک حصہ پہاڑوں کے اندر سے اپنا راستہ بناتا ہوا مزار اقدس کے شرقی پہلو سے ہو کر گزرتا ہے، اور یہ پانی کھارا ہے، بلکہ سخت کڑوا ہے۔ اس کی وجہ یقیناً صرف یہی ہے کہ یہ پہاڑ کھیوڑہ کے پہاڑوں کا سلسلہ ہے۔ جس میں نمک کے ذخائر موجود ہیں۔ یہ پانی نمک کے اس حصہ سے ہو کر گزرتا ہوگا جس کی وجہ سے یہ کھارا ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی کھارا پن ہی گردوں کی پتھری کے لئے شفا کا باعث ہو۔ لیکن اس پر بھی گفتگو ہو سکتی ہے۔

ایک تو یہ کہ اگر نمک کی وجہ سے یہ شفا ہے تو یہ چشمہ بہتے بہتے بہت دُور دریائے چناب میں جا گرتا ہے۔ یہ پانی جہاں جہاں سے گزرتا ہے۔ وہیں وہیں سے پیا جائے اور اس سے شفا ہونی چاہیئے، لیکن ایسا نہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ یہ چشمہ صدیوں سے رواں دواں ہے۔ لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں مخلوقِ خدا اس چشمہ سے فیض یاب ہو چکی ہے۔ ہمارے ملک کے مستند اطباء، حکیم، وید اور ڈاکٹرز اس پانی کا تجزیہ کیوں نہیں کرتے۔ اس مقدار سے ان نمکیات کا جائزہ لیا جائے اور جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ ہر شفا خانے، ہسپتال اور ڈسپنسریوں میں استعمال کا آسان نسخہ تلاش کر لیا جائے۔ لیکن آج تک ایسا نہیں ہوا۔

پھر تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ عقلِ نکتہ چیں کہتی ہے کہ یہ صرف اوہام پرستی ہے۔ قبر پرستی ہے، جہالت ہے، بدعت ہے، شرک ہے وغیرہ وغیرہ

اور اس کے بعد پندرہ پندرہ سال تک بیت گئے لیکن درد نہیں ہوا۔
وہ تمام جرثومے جو ہسپتالوں میں، انجکشنوں، کیپسولوں، گولیوں کے کھانے سے ختم نہ ہوئے بلکہ مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی۔ جبکہ یہ پانی پینے سے پتھری، کنکر اور دیگر ہر قسم کے درد شدید سے نہ صرف نجات مل گئی۔ بلکہ اس کے بعد درد کا ہلکا سا احساس بھی نہیں پاتے، آخر کیوں۔
صاف ظاہر ہے کہ یہ فیض اس اللہ والے کے قدموں کا ہے جن کے مزار کو خدائے لم یزل نے مرجع خلائق بنا دیا۔ میں جب دیکھنے کے لئے وہاں پہنچا، تو میں نے اپنے ساتھی محترم عبدالحمید سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ساری دنیا سے منہ موڑ کر دور پہاڑوں کے دامن میں خدا سے لو لگا بیٹھے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ لیکن خدائے مہربان نے ان کی اس خلوت نشینی کو جلوت نشینی میں تبدیل کر دیا۔
فاذکرونی اذکرکم کی واضح تفسیر کھول کر سمجھا دی۔ اب دنیا لاکھوں کی تعداد میں حاضر ہوتی ہے اور فیض پاتی ہے۔
واللہ اعلم ورسولہ بالصواب

تعارف

محبوب احمد خاں

"پیر دا کھارا" حضرت پیر کرم شاہ ولی للّٰہؒ ٹاؤن تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم کے پانی پر جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے تحقیقات میں میرا ہاتھ بٹا کے یقینِ محکم کو ایک نیا رنگ بخشنے والے محبوب احمد خاں بن نور الحسن لودھی صاحب، خوش مزاج وخوش وضع ہیں اور خوش عقیدہ بھی۔ چالیس کے پیٹے میں ہیں۔
مکان نمبر ۱۵، گلی نمبر ۲۲ بیرون چوبچہ، مصطفےٰ آباد لاہور میں مقیم ہیں۔ بی۔ایس۔سی (آنرز) اور ایم۔ایس۔سی کیمسٹری ہیں اور پروجیکٹ ڈائریکٹر پلاننگ واپڈا لاہور میں ریسرچ افسر ہیں۔ ان کے تین بہت ہی پیارے پیارے چھوٹے بچے میرے ہاں مدرسہ چشتیہ فیض القرآن چشتیہ منزل مصطفےٰ آباد لاہور میں زیرِ تعلیم ہیں۔
موصوف خود بھی "پیر دا کھارا" پر حاضری دے چکے ہیں۔ جن دنوں آپ پیریرشین ڈویژن جوہر آباد میں ریسرچ آفیسر تھے۔ اُن دنوں فارغ اوقات میں اللہ والوں کے آستانوں پر حاضری آپ کا معمول تھا۔ آپ حضرت پیر کرم شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضر ہوئے اور لاہور ٹرانسفر کے لئے درخواست گزار ہوئے کہ حضرت بوڑھے والدین ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال بوڑھے والدین نہیں کر سکتے۔ مہربانی فرمائیے کہ کسی نہ کسی طرح لاہور ٹرانسفر ہو جائے۔
درخواست منظور ہو گئی۔ لاہور میں ایک نئی پوسٹ کریٹ ہوئی اور محبوب احمد خاں صاحب کو لاہور بلا لیا گیا۔ لوگ حیران تھے کہ یہ پوسٹ اچانک کیسے

نکل آئی۔ کسی کو کیا خبر کہ خدا والے سائل کو مایوس نہیں کرتے ہے

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے (اقبال)

خاں صاحب پہلے واٹر کوالٹی لیبارٹری سکارپس مونیٹرنگ واپڈا اکینال پارک مصطفےٰ آباد لاہور میں تھے اور آج کل پروجیکٹ ڈائریکٹر پلاننگ واپڈا آفس لاہور میں ہیں۔ "پیر دا کھارا" سے لائے ہوئے ہر دو پانیوں کا تجزیہ انہوں نے اسی لیبارٹری سے کرایا ہے۔

وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا

معجزات قدرت

روحانی شفاخانوں سے متعلق معلومات کے حصول کے دوران "پیر دا کھارا" کا تذکرہ اس کثرت سے ہوا کہ اشتیاق دید سے بیقرار ہو کر طویل مسافت کی کوفت برداشت کر کے خود وہاں پہنچا اور حالات کا جائزہ لیا جو گذشتہ صفحات کی زینت بن چکے ہیں۔ میرے ایک مہربان محبوب احمد خاں صاحب جو پروجیکٹ ڈائریکٹر پلاننگ واپڈا لاہور میں ریسرچ آفیسر ہیں۔ ایک دفعہ ان کے سامنے "پیر دا کھارا" کے متعلق گفتگو ہوئی۔ انہوں نے بھی وہاں جانے اور حضرت پیر کرم شاہ المعروف ٹوپی والی سرکار کی ایک کرامت کا ذکر کیا جس کا تذکرہ اُن کے تعارف میں ہو چکا ہے۔ دورانِ گفتگو اُن کے شعبہ ملازمت کے متعلق معلوم ہونے پر دل کی گہرائیوں میں تجسس کا ایک دوسرا انداز بیدار ہوتا محسوس کیا میں نے محبوب احمد خاں صاحب سے کہا کہ خاں صاحب یہ تسلیم کہ اس پانی میں حضرت پیر کرم شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کے تصدق شفا موجود ہے۔ لیکن اگر آپ میرے ساتھ تعاون کریں اور اس پانی پر تحقیق کر کے تجزیہ کیا جائے کہ اس میں کیا کیا اجزاء شامل ہیں جو شفا کے حامل ہیں۔ تو ہو سکتا ہے لیبارٹریز کے اس تجزیہ کے بعد ایک نیا نسخہ سامنے آجائے اور دنیائے طب اس نسخہ سے فائدہ اٹھا کر دکھ اور کرب سے تڑپتی مخلوق خدا کو فائدہ پہنچا سکے۔ یہ خیال اس لئے بھی پیدا ہوا کہ کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جو روحانی شفاخانوں کی عظمت، تقدس اور ان کے فیضان کے تسلیم کرنے میں پس وپیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ضرور اس پانی میں کچھ ایسے اجزاء شامل ہونگے جو

شفا کا باعث بنتے ہیں ورنہ ان مُردوں کے پاس کیا رکھا ہے۔ اگر واقعی یہی بات ہو اور ثابت بھی ہو جائے کہ واقعی اس مائع میں یہ یہ اجزا شامل ہیں جن سے شفا ملتی ہے تو ہم اور ہماری طرح دوسری مخلوق خدا بھی اس عقیدے سے توبہ کر لے، اور حکیموں، طبیبوں اور ڈاکٹروں سے التجا کی جائے کہ اللہ کے بندو! دنیا کو گمراہی سے بچاؤ۔ اس قسم کے مائع تیار کرو، شفا بھی ملے، دکان بھی چلے۔ اور دنیا غلط عقیدے سے توبہ بھی کرے۔

ان خیالات کے پس منظر میں میں نے محبوب احمد خاں صاحب سے درخواست کی جو انہوں نے بطیب خاطر قبول فرمالی۔ بلکہ حتیٰ الامکان مدد فرمانے کا وعدہ بھی کیا۔ اللہ انہیں سلامت رکھے۔

انہی دنوں میرے ایک مہربان محمد ثقلین ولد محمد امین صاحب اندرون گمٹی بازار مقیم ہیں۔ وہ اپنے پیٹ کے درد کے سلسلہ میں میرے کہنے پر وہاں جانے کے لئے تیار ہوئے۔ بندہ اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے ان کے ساتھ نہ جاسکا وہ اپنے ایک عزیز نوجوان کو ساتھ لے کر جانے والے تھے۔ میں نے ان سے پانی لانے کی درخواست کی۔ جو انہوں نے قبول کر لی۔ جب "پیر دا کھارا" پہنچے اور وہاں سے پانی لانے لگے تو لوگوں نے کہا کہ کون سا پانی لے جانا چاہتے ہیں میٹھا یا کھارا۔ یہ سوچ میں پڑ گئے کہ نہ جانے چشتی صاحب نے کون سا پانی طلب کیا تھا؟ پڑھے لکھے آدمی تھے۔ جلد ہی فیصلہ پر پہنچے اور دونوں پانی لے آئے۔

دراصل دو پانیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ اوپر پہاڑ پر پانی کا چشمہ ایک ہی ہے پانی بہنے کے بعد دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک پہاڑ کے بالائی حصہ سے سفر کرتا ہوا نیچے وادی میں آجاتا ہے۔ یہ پانی میٹھا ہے اور وہاں کی آبادی عام طور پر یہی پانی استعمال کرتی ہے۔ جبکہ چشمے کے پانی کا دوسرا حصہ پھر پہاڑ

کے اندر سے راستہ بناتا ہوا ٹھیک اس مقام سے باہر نکلتا ہے۔ جہاں حضرت پیر کرم شاہ ولی المعروف ٹوپی والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ ہے۔ یہ پانی اپنے تیز بہاؤ کے ساتھ دربار کے مشرقی حصہ سے قریباً دس پندرہ گز کے فاصلے سے گزرتا ہے۔ یہ پانی کھارا ہے اور پتھری یا گردے کے مریض یہی پانی نوش جاں کرتے ہیں اور پیٹ کے کئی امراض سے شفا پاتے ہیں۔

یہ دونوں قسم کے پانی میں نے محبوب احمد خاں صاحب کو دیئے جو واٹر کوالٹی لیبارٹری سکارپس مونیٹرنگ واپڈا کینال بنک مصطفےٰ آباد لاہور لے گئے۔

چند روز کے بعد جب رپورٹ لے کر تشریف لائے تو کئی ایک سائنسی ٹرمز ایسی تھیں جو میری سمجھ سے بالاتر تھیں کہ یہ خاکسار سائنس کا طالب علم نہیں ہے میری درخواست پر اسے اردو زبان میں آسان کرنے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ یہ ایک علیٰحدہ داستان ہے کہ زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم (کہ میرے یار کی زبان ترکی ہے اور ترکی مجھے آتی نہیں) انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ سائنسی ٹرمز کو اردو میں آسان ترجمہ کرنے کے لئے بڑے بڑے آفیسرز نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ ہمارے ماہرین نے اس طرف توجہ ہی نہیں فرمائی اور اگر فرمائی ہے تو وہ اس سے بھی زیادہ دقیق ہے دراصل ہمارے ملک میں سائنسی تعلیم کے مسائل میں ایک مسئلہ یہ بھی انتہائی اہم ہے کہ ہم سائنس اپنے طالبعلموں کو آسان زبان میں سمجھا نہیں سکتے۔ اس لئے بچے انگریزی ناموں اور ان کی تعریفوں کو رٹنے کے تکلیف دہ طویل عمل سے گھبرا جاتے ہیں اور آرٹس کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

بڑھ گئی بات، بات کچھ بھی نہ تھی محبوب احمد صاحب کی چند روز کی محنت شاقہ کے بعد نہ جانے کس طرح اس کو کچھ نہ کچھ اردو زبان میں ڈھالنے کی کوشش کی اور میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک کامیاب کوشش تھی۔ ان کی بیان کردہ تفصیل

اصل رپورٹ کی وضاحت صفحات ذیل کی زینت ہے. اس رپورٹ کی فوٹو کاپی صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷ پر ملاحظہ فرمایئے تاکہ اس منزل کے راہی کو ترجمے کا سہارا لئے بغیر جائزہ لینے میں آسانی رہے. جو حضرات اس شعبہ سے ناواقف ہیں وہ اس طویل تفصیل کو سمجھے بغیر کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے، اس لئے محبوب احمد خاں صاحب کی وضاحت یوں ہے۔

انہوں نے بتایا "کہ ہمارے ہاں پانی کے تجزیہ کے لئے دو معیار مقرر ہیں۔ ایک امریکی ہے جسے U.S.A. سٹینڈرڈ کہتے ہیں اور دوسرے سٹینڈرڈ کو واپڈا سٹینڈرڈ کہا جاتا ہے. ہر دو سٹینڈرڈز پانی کی قسم کا تعین کرنے کے لئے "تین قیمتیں مقرر کرتے ہیں۔ اگرچہ یو ایس اے سٹینڈرڈ کا معیار اور ہے اور واپڈا کا معیار اور ہے. تاہم تینوں معیاروں کے نام ہر دو سٹینڈرڈز میں ایک ہی جیسے استعمال کئے جاتے ہیں. جس کی تفصیل یہ ہے۔

یو ایس اے سٹینڈرڈ U.S.A. standard

نمبر 1 EC یعنی Electrical conductivity

جسے ہم اردو میں الیکٹریکل کنڈکٹوٹی لکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔

نمبر 2 SAR یعنی Sodium Adsorption Ratio

جسے ہم اردو میں سوڈیم ایڈزارپشن لکھ اور پڑھ سکتے ہیں

نمبر 3 RSC یعنی Residual Sodium Carbonate

جسے ہم اردو میں ریذیڈیول سوڈیم کاربونیٹ لکھ اور پڑھ سکتے ہیں۔

اب ان تینوں کی تعریف ملاحظہ فرمالیجئے۔

نمبر 1 EC کی تعریف یہ ہے کہ محلل کی وہ طاقت جو محلول میں سے بجلی گزرنے کے لئے رکاوٹ بنے ای سی کہلاتی ہے۔ اس کی مقدار کا تعین 25 ڈگری سنٹی

گریڈ پر مائکرو موس پر میٹر میں کیا جاتا ہے۔ جسے انگریزی میں یوں لکھا جاتا ہے۔

"Micromhos/Cm at 2°5C"

نمبر 2 SAR سوڈیم کے سطحی جذب ہونے کے تناسب کو ایس اے آر SAR کہا جاتا ہے۔

نمبر 3۔ RSC پانی میں موجود کیلشیم + میگنیشیم سے زائد کاربونیٹ یا بائی کاربونیٹ کو آر ایس سی کہتے ہیں۔ جبکہ ان کی مقدار کا تعین ملی ایکولنٹ پر لیٹر میں کیا جاتا ہے۔

H'CO$_3$ -3 "CO$_3$ 2 ^{2}Ca$^+$ + Mg-1
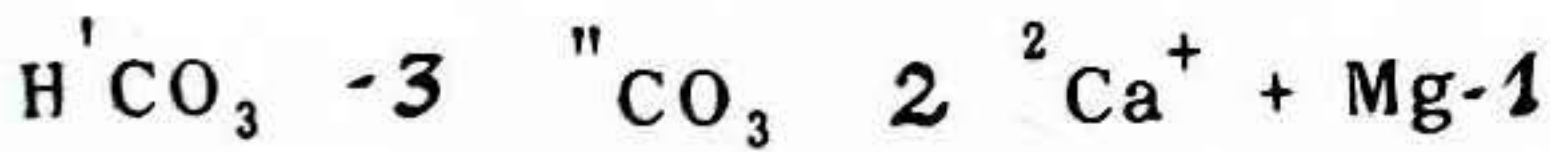
Mili equivalent/8 liter-4

ان تینوں معیاروں، ان کی قیمت اور ان کی حیثیت ایک جدول کی شکل میں ملاحظہ فرمائیں۔

یو ایس اے سٹینڈرڈ ایک خاکے صورت میں،

کیفیت و حیثیت	Ec	SAR	RSC
Usable یوزایبل اس کو ہم "اعلیٰ قابل استعمال برائے صحت و فصل" کہہ سکتے ہیں	0 – 750 صفر سے 750 تک micromhos/Cm at 2°5C	0 – 6 صفر سے چھ تک	0 – 1.25 صفر سے ایک عشاریہ پچیس تک mili equivalent/liter
Marginal مارجنل یعنی درمیانہ پانی برائے صحت و فصل	750 – 1500 سات سو پچاس سے پندرہ سو تک	6 – 10 چھ سے دس تک	1.25 – 2.5 ایک عشاریہ پچیس سے دو عشاریہ پانچ تک
Hazardous ہزارڈس صحت اور فصل کیلئے نقصان دہ	* 7 1500 یعنی پندرہ سو سے زیادہ	7 10 یعنی دس سے زیادہ	7 2.5 یعنی دو عشاریہ سے پانچ تک

✲ 7 یہ نشان greater than گریٹر دین یعنی زیادہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اُصول :۔ اگر قسم کا تعین تینوں معیاروں کے عین مطابق ہو تو اعلیٰ قابلِ استعمال پانی برائے صحت و فصل شمار کیا جائے گا۔ لیکن اگر بالفرض تینوں معیاروں میں سے کوئی ایک ویلیو بھی گر جائے تو فائنل وہی ویلیو تصور کی جائے گی جو گری ہوئی ہوگی جیسے E C اور SAR 750 اور 6 کے درمیان ہو لیکن RSC 2.5 سے زیادہ ہو تو پانی کا معیار مضر صحت و فصل تصور کیا جائے گا اور اس کے پہلے دو معیار EC اور SAR بالکل کالعدم تصور کیے جائیں گے۔ اور اس کی ویلیو RSC کے مطابق Hazardous ہزارڈس یعنی مضرِ صحت و فصل ہوگی۔

اس U.S.A یو ایس اے یعنی امریکن سٹینڈرڈ کے مطابق پیر داکھارا سے لائے گئے ہر دو پانی کے نمونوں کا تجزیہ درج ذیل ہے۔

نمبر 1۔ پانی کا نمونہ نمبر 1 Hazardous یعنی مضر صحت و فصل کے زُمرے میں آئے گا۔ کیونکہ اس کی 37.80RSC ، 61 SAR 30,000 ہے جو مضر صحت و فصل کے معیار سے بھی کہیں زیادہ ہے جبکہ Hazardous ہزارڈس کا امریکن سٹینڈرڈ 1500EC ہے 10 SAR ہے اور RSC 2.5 ہے اور اس نمونہ میں E C پندرہ سو کی بجائے تیس ہزار ہے SAR دس کی بجائے اکسٹھ ہے اور RSC دو اعشاریہ پانچ کی بجائے سینتیس اعشاریہ اسی ہے۔

گویا امریکن سٹینڈرڈ کے مطابق Hazardous کے معیار میں اس نمونے کا E C بیس گنا زیادہ نقصان دہ ہے۔ SAR چھ گنا زیادہ نقصان دہ ہے

نمبر2 - پانی کا نمونہ نمبر 2 کا EC 1200 SAR 2.6، RSC 0.90 ہے جو
SAR اور RSC کے مطابق ہو تو usable یعنی اعلیٰ قابلِ استعمال پانی
برائے صحت و فصل ہے لیکن اس کا EC marginal مارجنل یعنی درمیانے
زُمرے میں آتا ہے۔ اس کی مجموعی قیمت اور ویلیو marginal مارجنل یعنی
درمیانی ہی تصور کی جائے گی اور اس کی SAR اور RSC کالعدم تصور ہوگی۔
اب قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ وہ پانی جو دنیا کی سب سے بڑی مملکت
امریکہ کے تجربہ گاہی معیار امریکن سٹینڈرڈ کے مطابق Hazardous ہزارڈس
یعنی مضر صحت و فصل کے زُمرے سے چھ سے بیس گنا زیادہ تک نقصان دہ
ہے۔ وہی پانی لاکھوں اور کروڑوں انسان پیتے ہیں۔ پی کر بیمار ہو جانا چاہیئے
تھا۔ لیکن یہ بیمار نہیں ہوتے۔ بلکہ بیماری سے شفا پاتے ہیں اور بیماریاں بھی وہ
جن کے لیے چیر پھاڑ کر کے جسم انسانی کو ناکارہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہاں "ہنگ
لگے نہ پھٹکڑی اور رنگ بھی چوکھا آئے" والی بات صادق آ رہی ہے۔ دُکھی اور
مجبور انسانیت، ڈاکٹروں کے ہوش رُبا مہنگے نسخوں کے ستم رسیدہ اور چیر پھاڑ کے
کربناک عمل سے خوفزدہ لوگ اس چشمۂ فیض پر تشریف لائیں۔ نہ آپریشن کا
خوف نہ ٹیکے کی تکلیف صرف پانی پیو کہ یہ نعمت رب جلیل ہے اور اس
نعمت الٰہیہ غیر مترقبہ بصدقہ اولیاء اللہ حاصل کیجیے اور زندگی بھر آرام پایئے
اور بیماری کے وہ جراثیم جو ٹیکوں اور آپریشنوں کے بعد پھر زندہ ہو کر وبال جان
بن جاتے ہیں۔ صرف پانی پیجیے اور ان جرثوموں کی موت کا سرٹیفکیٹ بھی
حاصل کر لیجیے۔

اب ہم واپڈا سٹینڈرڈ کے مطابق ہر دو نمونوں کے تجزیہ کا جائزہ لیتے
ہیں۔ پاکستان بھر میں پانی کو صحت اور فصلوں کے لئے "قابل استعمال یا ناقابل

پانی کے تجزیہ کے لیے ایک جال Hazardous یا usable استعمال بچھایا جاچکا ہے۔ حتیٰ کہ زمینوں کی کیفیات بھی معلوم کی جاتی ہیں کہ کونسی زمین میں کیا خوبی ہے اور کیا نقص ہے اور اس نقص کو دور کرنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح پانی پر بھی تحقیقات ہوئی ہیں اور اگر کسی علاقہ کا پانی کسی ایک سٹینڈرڈ سے گرا ہوا ہو تو اس کو کس طرح قابلِ استعمال بنایا جاسکتا ہے اس تگ و دو اور سعی و کاوش کو پاکستان میں "واپڈا سٹینڈرڈ" کہا جاتا ہے اور پورے پاکستان میں ہر جگہ اور سطح پر واپڈا سٹینڈرڈ کی راہنمائی میں پانی اور زمین پر تحقیقات و تجزیہ کا سفر کیا جاتا ہے۔ بلکہ دیگر اداروں کی نسبت واپڈا سٹینڈرڈز کی تحقیقات کو ترجیح دی جاتی ہے" پیرداکھا" کے پانی کا تجزیہ واپڈا سٹینڈرڈ کے مطابق ایک نقشے اور جدول کی شکل میں پیش خدمت ہے۔

واپڈا سٹینڈرڈ

کیفیت وحیثیت	EC	SAR	RSC
usable یوزایبل ہم اس کو اعلیٰ قابلِ استعمال برائے صحت و فصل" کہہ سکتے ہیں	0 - 1500 صفر سے پندرہ سو تک micromhos/Cm at 2°5C	0 - 10 صفر سے دس تک	0 - 2.5 صفر سے دو عشاریہ پانچ تک
Marginal مارجنل اس کو "درمیانہ" پانی برائے صحت و فصل" کہہ سکتے ہیں	1500 - 2700 پندرہ سو سے دو ہزار سات سو تک	10 - 18 دس سے اٹھارہ تک	2.5 - 5.0 دو عشاریہ پانچ سے پانچ تک
Hazardous ہزاردس اسکو صحت و فصل کے لئے	7 ✻ 2700 دو ہزار سات سو سے زیادہ	7 18	7 5.0

⁎ 7 یہ نشان greater than یعنی زیادہ کے لئے مخفف کی علامت ہے۔

گذشتہ صفحات میں EC کی تعریف کرتے ہوئے چند اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ جن کی وضاحت بھی عام قاری کے لئے بہت ضروری ہے۔

1۔ **محلول**۔ جب دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا آمیزہ یک فیزی Homogencous ہو تو اسے محلول کہتے ہیں۔

2۔ **مُنحل**۔ جو محلول دو اجزاء سے بنتا ہے۔ اس میں جس جزو کی مقدار مقابلتہً کم ہو۔ اس کو منحل کہا جاتا ہے اور جس چیز کی مقدار زیادہ ہو اس کو محلل (Solvent) کہا جاتا ہے۔

مثلاً: ۱۰ گرام چینی ۱۰۰ ملی لیٹر پانی میں حل کرنے سے جو محلول تیار ہوتا ہے اس میں چینی منحل اور پانی محلل کہلاتا ہے۔

PH: ہائیڈروجن آئن کی مولر مقدار کو اگر ۱۰ کی طاقت والے لاگ رتھم کی صورت میں ظاہر کیا جائے تو یہ مقدار PH کہلاتی ہے۔

ریڈیکل: کسی ایٹم پہ الیکٹرون کے اخراج یا جذب کرنے سے جب کوئی مثبت یا منفی بار آجائے تو ایٹم ریڈیکل کہلاتا ہے۔

واپڈا اسٹینڈرڈ کے مطابق پانی کا نمونہ نمبر 1 مکمل طور پر Hazardous یعنی مضر صحت و فصل ہے کیونکہ اس میں EC SAR اور RSC تینوں hazardous یعنی مضر صحت و فصل کے زمرے میں آتی ہے۔ اس کے برعکس نمونہ نمبر 2 کی تینوں ویلیوز اور قیمتیں EC 1200 SAR 2.6 اور RSC 0.90 ہے جو پانی کی usable یعنی اعلیٰ قابلِ استعمال برائے صحت و فصل کے زمرے میں آتا ہے۔ لہٰذا اس کی کوالٹی اور قسم قابل استعمال یعنی usable ہے۔

اب امریکن سٹینڈرڈ کی طرح واپڈا اسٹینڈرڈ کی تحقیق کے مطابق دیکھیں تو چند ایک حقائق کھل کر سامنے آتے ہیں۔

۱۔ کہ خدائے بزرگ و برتر علیٰ کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر۔ جو ہر اس چیز کو جس کو دنیا کی تمام تجربہ گاہیں انتہائی تکلیف اور نقصان دہ ثابت کرتی ہیں۔ اُسی کو اللہ تعالیٰ صحت کے لئے اس قدر مفید بنا سکتا ہے کہ مضر صحت و فصل اجزا بھی موجود رہیں اور اور صحت و تندرستی کی دولت سے بھی دنیا مالا مال ہو رہی ہو۔

۲۔ جو کج فہم لوگ اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ قدرت کے اس کرشمے کے آئینے میں اپنے عقیدے کے چہرے کی جھریوں کو صاف پڑھ سکتے ہیں، بلکہ ان کی تعداد بھی گن سکتے ہیں۔ ہم انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان اللہ والوں کے شفاخانوں میں تشریف لائیں اور اپنے عقیدے کے چہروں کی جھریوں کو یقین محکم کے بیک اَپ سے صاف کر لیں۔

۳۔ دنیا میں جہاں کہیں ایسے چشمے، مٹی یا پتھر شفا کے موجب ملتے ہیں اب اس کی جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے تحقیق و تجزیہ کی کوئی ضرورت نہیں، اس لئے کہ اس مذکورہ تحقیق سے عیاں ہوا کہ ان شفاخانوں کی اشیاء میں کوئی ایسا نسخہ یا دوا گھول نہیں دی گئی جن سے شفا ملتی ہے۔ بلکہ رب قدیر نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان اشیاء میں مضر صحت و فصل اجزاء و اشیاء کی گھول خصوصاً محفوظ رکھی ہے۔ تاکہ منکرینِ خدا کو بھی یقین ہو جائے کہ کوئی ذات ایسی ضرور ہے جو مضر چیز کو مصلح بنانے پر قادر ہے۔ وہ ذات کونسی ہے۔ وہ وہی ذات ہے جسے اہلِ اسلام "اللہ" کے مقدس نام سے یاد کرتے ہیں۔

۴۔ بھولی بھٹکی مخلوقِ خدا کو فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ کی عملی تفسیر کے معجزے

ادویات اور ڈاکٹروں کی تشہیر سے اپنے اذہان میں یہ بات بٹھا لینے والو! کہ بس اب اُسی دوا یا اُسی سپیشلسٹ ڈاکٹر سے ہی شفا مل سکتی ہے۔ نہیں۔ ھرگز نہیں۔ شفا ڈاکٹروں حکیموں طبیبوں کی جھولی میں نہیں۔ شفا تو خدائے قدوس کی پناہ میں ہے۔ لوٹ آؤ۔ واپس لوٹ آؤ۔ اگر قادر مطلق مہربان ہوگیا۔ تو دوا میں شفا کے اثرات بھی ڈال دیئے جائیں گے۔ اور اگر اس سے منہ موڑ لیا اور ادویات یا سپیشلسٹوں پر انحصار کر لیا تو یاد رکھو، مرض بڑھتا جائے گا جوں جوں دوا کرتے چلے جاؤ گے۔

۵۔ اور ہاں دیکھو جو لوگ ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا کے زمرے میں آگئے اور پھر اسی کی یاد میں دنیا و مافیھا سے غافل ہوگئے۔ ان کو ہم حیاتِ دوام بخشتے ہیں۔ پھر اُن کے قدموں کے صدقے مضر اشیاء بھی مصلح بن جاتی ہیں۔ ان کی یاد محفوظ رکھنے کے لئے ہمارے انوکھے انداز ہیں۔ ان کے مقابر و مزارات مہبط انوارِ الٰہیہ بن جاتے ہیں۔ وہ جہاں رہتے ہیں۔ ان کا قرب و جوار باعثِ رحمت ہوتا ہے۔ دکھی انسانیت ان کے قدموں میں آکر دولتِ سکون سے جھولیاں بھرتی ہے۔ تم بھی آؤ اور فاذکرونی اذکرکم کی تفسیر کے مزے لوٹو۔

۶۔ جن لوگوں نے اللہ والوں اور انبیاء کرام کو مر کر مٹی میں مل جانا ثابت کرنے کے لئے اپنے دل کی سیاہی سے لاکھوں صفحاتِ کتب سیاہ کر ڈالے ہیں۔ اُن کے لئے یہ حقائق اپنے عقائدِ باطلہ سے توبہ و استغفار کا باعث بننے چاہئیں۔ کہ اے دیدہ کورو۔ یہ مر کر مٹی میں نہیں مل گئے۔ بلکہ ان کے قدموں کی دھول بھی حیات افروز ہے۔ اصحاب کہف صدیوں لیٹے رہے۔ زمانہ اپنی پوری رفتار سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ سینکڑوں شب و روز

نے دم توڑے۔ لیکن یہ کروٹیں بدلتے رہے۔ یہ نہ صرف خود زندہ رہے بلکہ ان کے ساتھ رہنے والی ایک نحس مخلوق کتا بھی حیاتِ جاوداں پا گیا۔

عقل خرد کے پیمانے ٹوٹ گئے۔ ان کی بنیاد پر منصۂ شہود پر آنے والی تمام تجربہ گاہیں اور لیبارٹریز خطرے کی گھنٹیاں بجا رہی ہیں اور زبان حال سے چیخ چیخ کر کہہ رہی ہیں کہ لے دیوانو ٹھہرو، آگے نہ بڑھنا۔ یہ پیر دِ اکھارا شفاخانہ نہیں موت کا کنواں ہے۔ اس کا پانی شفاء کا حامل نہیں۔ مہلک بیماریوں کی پٹاری ہے سینکڑوں تکالیف اور دکھوں کے اژدہے منہ کھولے تمہارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ اس پانی کو آبِ حیات نہ کہنا۔ یہ جام! جام خانہ خراب ہے۔ سائنس کی رسائی جہاں تک تھی۔ اس نے اپنی انتہا کو پہنچ کر آواز دی۔

ایتھوں تیک غلام دی حد آہی
جانا اساں دا نہیں مقدور اگے

میری رسائی یہ ہے کہ پانی آبِ حیات نہیں آبِ ممات ہے۔ یہ پانی کے معیار سے بھی بیس گنا زیادہ خطرناک ہے۔ بچو بچو۔ لوگو بچو۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اے خم خانۂ عقل و خرد کے مدہوشو! اے تجربہ گاہوں کی اندھی دلدل میں پھنسنے والو! اے جدید ٹیکنالوجی اور میڈیکل تھیوری رٹنے والو، ہم تمہیں چیلنج کرتے ہیں۔ ان روحانی شفاخانوں کے پانی۔ ان کی مٹی۔ یہاں کے پتھر

ہے۔ تذبذب نہیں یقین محکم ہے۔ ان میں درد نہیں بلکہ یہ خود دارو ہیں۔

البتہ اس معمہ کو یوں حل کرو کہ اصل شفا اور ضرر کسی چیز میں نہیں۔ اگر ہوتی تو ہر گولی جس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس سے وہ مقصد ہر ایک کو ہر جگہ اور ہر وقت پورا ہونا چاہیئے تھا۔ صحت کی گولی سے صحت ملتی اور موت کی گولی سے موت آتی۔ لیکن دنیا شاہد ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ تو اس کا حل موجود ہے۔ آج سے نو سو سال پہلے عارف رومی حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشیاء کی ماہیت پر گفتگو کرتے ہوئے فیصلہ سنا دیا فرماتے ہیں ؎

از محبت تلخ شیریں می شود　　　از محبّت مس ہا زریں می شود

از محبت نار نورے می شود　　　از محبّت دیو حورے می شود

از محبّت خار گلشن می شود

یعنی چیز کی ماہیّت نہیں بدلتی۔ بلکہ اس کے استعمال کرنے والے کے دل کی آواز اور دھڑکنیں اسے یکسر بدل کر رکھ دیتی ہیں۔ اگر اس کے نہاں خانۂ دل میں محبت و الفت کی شیریں روح بس جائے۔ یقین محکم راسخ ہو جائے تو ہر کڑوی چیز بھی میٹھی معلوم دینے لگتی ہے۔ مسِ خام تانبا سونے کا روپ دھار لیتا ہے۔ یہی محبت آگ کی تابشوں کو نور عرفان سے بدل دیتی ہے۔ اس محبت کی نگاہ سے دیکھنے والے کو دیو نظر نہیں آتا۔ بلکہ دیو حور کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کیا تمہیں خبر نہیں۔ محبّت کے لئے محبوب کی راہ کے خار گلستان بن جاتے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف کچھ یوں بھی ہوتا ہے۔

مطمئن ہو دل تو ویرانوں کے سناٹے بھی گیت

دل اُجڑ جائے تو شہروں میں بھی تنہائی بہت

اگر تیرا دل دولت عشق و محبت سے خالی اور حرماں نصیب ہے تو پھول کی نزاکت و نکہت اور بھینی بھینی مہک تیرے لئے بے کار ہے۔ حقیقی ماں کے لیے اُس کا لختِ جگر کیسا بھی ہو۔ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ دل میں اس کے چہرے کی سیاہی یا بھینگا پن یا بدصورتی نفرتیں پیدا نہیں کرتی۔ بلکہ محبّت کے زمزمے بہاتی ہے۔ اس کی توتلی زباں سے نکلا ہوا لفظ "اماں" حقیقی ماں کے جذباتِ محبت میں ایک طوفان بپا کر دیتا ہے۔ وہ اپنے ننھے کالے کلوٹے نونہال کو بھی میرا لال کہہ کر اٹھا لیتی ہے اور سینے سے چمٹا کر گھنٹوں محبّت و الفت کے مزے لیتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایک سوتیلی ماں کے سامنے حسن و جمال کا شاہکار بچہ لا کر کھڑا کر دیں۔ اس کے پیکرِ جمال کو اعلیٰ سیرت و کردار کے زیور سے مزین کر دیں اس کی ننھی سی زبان کو فصاحت و بلاغت کی مٹھاس سے بھر دیں پھر اس بچے سے کہیئے کہ اب اپنی اس سوتیلی ماں کو بڑی ہی فصاحت و بلاغت کے ساتھ میری پیاری والدہ ماجدہ بزرگوار کہہ کر پکارو۔ پھر پھر دیکھیں اس سوتیلی ماں کے جذبات میں وہ ہیجان پیدا ہو جاتا ہے یا نہیں۔ کہ وہ فوراً اٹھے۔ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جائیں۔ وہ لپک کر میرا لال کہہ کر اُسے سینے سے چمٹا لیتی ہے یا نہیں۔ کیا اس کا دودھ اس لاڈلے کے لئے چھاتی سے جوش مارتا ہے یا نہیں۔ نہیں دوستو، ہرگز نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا اس چھاتی میں دودھ بھی ہوگا۔ جذبات محبّت بھی ہوں گے۔ تڑپ بھی ہوگی لیکن کس کیلئے؟ اس سوتیلے بچے کے لئے؟ نہیں، بالکل نہیں۔ بلکہ کسی اور بچے کے لئے

گویا محبت نار کو گلزار، دیو کو حور، تلخ کو شیریں اور مس خام کو سونا بنا دیتی ہے۔ اگر یہی محبت ذات خداوندی کیلئے دل کے کسی نہاں خانے میں موجود ہو تو

اُس دل کی دھڑکنیں صدائے بے آواز میں فریاد کرتی ہیں کہ اے میرے مالک! شہد کو دولتِ شفاء سے مالامال کرنے والے۔ اے آگ کو حدتیں بخشنے والے۔ اے سورج کی شعاعوں کو تپش بخشنے والے۔ پھر اسی تپش سے پھلوں میں مٹھاس پیدا کرنے والے۔ آج میں تیرے اس نیک بندے کے آستانے پر حاضر ہوا ہوں۔ سُنا ہے۔ اس نے زندگی بھر تجھے ناراض نہیں کیا۔ جو زندگی بھر اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا پیکرِ جمال بنا رہا جس نے تیری رضا کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم کیا۔ آج تو اپنے اس برگزیدہ بندے کے قدموں کی خاک کو خاک شفا بنا دے اس لگے ہاں بہتے والے کھارے پانی کے چشمے کو دکھوں اور تکلیفوں سے نجات دینے والی شیرینی عطا فرما سکتا ہے۔ پھر تو خود اس کے اثرات دیکھ سکتا ہے۔

گفتگو یکساں نہ باشد غافل و ہوشیار را
در نفس باشد تفاوت خفتہ و بیدار را

غرض یہ روحانی شفاخانے کفر و شرک میں مبتلا نہیں کرتے۔ بلکہ خدائے بزرگ و برتر کے وجود کے اقرار کا سبق دیتے ہیں۔ اس کی قدرتوں پر ایمان مستحکم کا سبب بنتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ کی جھلک ہر جگہ نظر آنے لگتی ہے۔ جن لوگوں کے ایمانوں کی دیواروں میں شکوک و شبہات کی دراڑیں پڑی ہوئی ہوں ان کے ایمان کی دیواروں کو استحکام بخشنے کے بہترین ذرائع ہیں۔

مجھے یاد آیا دورِ حاضر کے عظیم انشاء پرداز، صحاح کے مترجم اور بے شمار ضخیم کتابوں کے مصنف حضرت علامہ مولانا عبد الحکیم اختر شاہ جہان پوری مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ بہت دیر پہلے کی بات ہے کہ ہیرا سنگھ سوڈیوال جو کنگن پور اور بصیر پور شریف ضلع قصور کے درمیان ایک ریلوے اسٹیشن ہے وہاں ایک فقیر سائیں چانن تشریف رکھتے ہیں۔ وہ ہر دکھ درد کے

مریض کو اپنے نل کے پانی سے سکھ اور آرام کا چانتا بانٹتے ہیں۔

ملک ماہی دا وَسّے

کوئی روے تے کوئی ہسّے

میرے ماہی کے ملک کی دکھیا سنسار وہاں آتی اور سائیں چانن اپنے نلکے سے ایک بوتل پانی بھر کر دے دیتے اور کہتے جاؤ پیو آرام آجائے گا۔ یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوا کہ حکیموں طبیبوں کا کاروبار ٹھپ ہو گیا۔ اطبا اور ڈاکٹروں نے سائیں چانن کے خلاف گورنمنٹ کو درخواستیں دیں۔ کئی بار نلکا اکھڑوایا گیا کہ اس میں کیا دبا رکھا ہے۔ اس کی تہہ میں کونسی دوا محفوظ کر دی گئی ہے یا اس کے پانی میں کونسی ادویات گھول دی گئی ہیں۔ لیکن وہاں سے نہ دوا نکلی نہ دارو وہاں تو بس مخلوقِ خدا کو آرام و سکون بانٹنے والا درد محفوظ کر دیا گیا تھا جو وہ مفت بانٹتے تھے۔ لوگ آتے درد کی اس دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے اور ہر قسم کے درد سے نجات پاتے۔ کبھی کبھی سائیں چانن صاحب کسی کو دو دو بوتل بھی پانی بھر دیتے۔ گویا جاؤ خوب جی بھر کر دوا استعمال کرو۔

مولنا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری فرماتے ہیں چونکہ عرصہ سے بیمار رہتا ہوں ؎ دیکھا جو ان کو بانٹتے میں نے بھی بڑھ کر شوق سے

دستِ عطا کے سامنے دستِ طلب بڑھا دیا

میں درد کا مارا بھی وہاں جا پہنچا۔ بندہ کو پانی کی ایک بوتل بھر کر دے دی پانی پیا۔ بھر گیا۔ پھر پانی لے آیا۔ لیکن آرام آنا تھا نہ آیا۔ ایک روز میں نے عرض کی کہ ایک دنیا آرام پا رہی ہے۔ لیکن میرے نصیب میں آرام نہیں؟ فرمانے لگے، مولنا تشریف رکھیں۔ بعد میں آرام سے گفتگو کریں گے۔ جب لوگ چلے گئے تو مجھے اپنے قریب بٹھالیا اور فرمایا۔ آپ جب پہلے روز تشریف

لئے تھے. مجھے اسی روز سے علم تھا کہ ابھی آپ کو آرام نہیں آئے گا. لیکن سوچا نیک آدمی ہے. اسی بہانے آتا رہے گا. زیارت ہوتی رہے. خوب ملاقات رہے گی. اب جبکہ شکوہ آپ کی زبان پر آ ہی گیا ہے تو میں بھی خاموش نہیں رہ سکتا آپ کے نصیب اور قسمت میں ابھی آرام نہیں. یہ بھی بتلانے کا ابھی وقت نہیں آیا. کہ آپ کو آرام کب آئے گا. البتہ موت سے پہلے آپ اس دکھ سے نجات ضرور پائیں گے.

میں ان کی باتیں سُنکر حیران ہو رہا تھا اور واقعی ابھی تک میری وہی حالت ہے کہ آپ جیسے دوست (راقم الحروف کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگے) مجھے مریض الامت کے نام سے یاد کرتے ہیں. لیکن میرا یقین ہے کہ ایک مردِ قلندر سائیں چانن کے فرمان کے مطابق مجھے شفا ملے گی اور ضرور ملے گی. اس لیے کہ ہمارا عقیدہ ہے.

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

نہ جانے اب سائیں چانن حیات ہیں یا وفات پا چکے ہیں. جب سے کھڈیاں شہر چھوٹا ہے. اس طرف جا ہی نہیں سکا.

اختر شاہجہان پوری کی گفتگو سے بھی زیادہ حیران کن بات اور بھی ہے وہ یہ کہ سائیں چانن تو صرف ایک نلکے سے ہر بیماری کے لیے پانی دیتے تھے. راقم الحروف نے خود اس سے بھی عجیب تر واقعہ اپنی آنکھوں دیکھا اور کانوں سُنا ہے حضرت قبلہ سید اسماعیل شاہ بخاری کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ اکثر بیمار رہتے تھے. چارپائی پر لیٹے رہتے. بندگانِ خدا آپ کی محفل میں یوں خاموش دوزانو بیٹھے ہوتے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو. ایسا ادب و احترام بہت کم محفلوں میں دیکھنا نصیب ہوا ہے. آپ کی

عادتِ کریمہ تھی جب کوئی ملنے حاضر ہوتا تو اس سے اپنے مرض کے متعلق پوچھتے" بلیا
تینوں کوئی ایسی بیماری دا نسخہ اوندا اے" (دوست تمھیں اِس بیماری کا کوئی نسخہ آتا
ہے) ہم پنجابی لوگوں میں تو ہر ایک ڈاکٹر ہوتا ہے۔ ہر مرض کے لیے دو چار نسخے
تو ہم ضرور یاد رکھتے ہیں۔ کسی کو کسی مرض میں مبتلا دیکھا۔ فوراً نسخہ بنا دیا یہاں
مسئلہ اُلٹا تھا۔ خود میرِ محفل نسخہ پوچھ رہا تھا۔ جس سے پوچھتے کوئی نہ کوئی نسخہ بتا دیتا۔
جناب اب یہ نسخہ حضرت صاحب کے ہاتھ آجاتا تو اس نسخہ کی خیر نہیں۔ اب کوئی
مرید اگر اپنی تکلیف کا رونا روتا تو آپ اس کو وہی نسخہ بتا دیتے۔ پیٹ
کا درد، یا کان کا، سر میں تکلیف ہو یا ٹانگ میں۔ ہر ایک کو یہی نسخہ بتایا جا رہا
ہے۔ لوگ استعمال کر رہے ہیں اور شفا پا رہے ہیں۔ لوگ حیران بھی ہوتے تھے
کہ اس دوا کا اس مرض سے کیا تعلق۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اصل شفا
دوا میں نہیں۔ اثر تو زبانِ فرید میں ہے۔ زبانِ فرید سے جو نکلا وہی ہوگا۔
لہٰذا ہوتا تھا، ایک دنیا گواہ ہے۔

پانی کے اثرات کے تذکروں میں ایک پانی اور بھی معلوم ہوا۔ میرے
رفیقِ کار جناب مہر دین بھٹی صاحب معلم فیڈرل گورنمنٹ عابد مجید پرائمری
اسکول آر۔ اے بازار لاہور چھاؤنی نے ایک بار بتایا بلکہ بارہا اپنے شہر کھڈیاں
آنے کی دعوت دی۔ لیکن خاکسار تادمِ تحریر وہاں نہ جا سکا۔
کہ ہمارے ہاں ایک بزرگ کا مزار ہے، ساتھ ہی ایک مسجد بھی ہے۔ اس
کے پاس ہی ایک کنواں ہے۔ اس کنوئیں کا پانی ہیضے کے مریضوں کے لئے
تیر بہدف ہے۔ بلکہ جو کوئی شخص اس کنویں کا پانی پی لے۔ اس کو ساری عمر
ہیضہ نہیں ہوتا۔ کھڈیاں شہر کی آبادی کا اکثر حصہ وہابی حضرات پر مشتمل ہے
لیکن حقیقت تو وہی ہوتی ہے جو سر چڑھ کر بولے۔ دنیا اس پانی

water analysis

Liter					Parts per Million						
SO_4	No_3	F	Total Cations	Total Anions	Sio_2	Fe	B	D.S. (by Evap.)	Ec×10⁶ at 25°C	p^H	Res. Na_2Co_3 me/l
4.80			319.00	322.00				19600	30,000	7.90	37.80
0.20			12.60	12.80				756	1200	7.80	0.90

Hazardous. (Injurious for cattle &

Seable. (

micromhos/cm at 25°C

EC = 0 -- 1500 (usable quality)

1500 - 3000 (Marginal quality)

> 3000 (Hazardous quality)

[illegible] Khan
OFFICER

Summary of

Lab. No.	Date sampled	Source	Depth / Time run	Milliequivalents per Ca	Mg	Na	K	Co₃	HCO₃	Cl
I				29.00	12.00	278.00		0	3.20	314.00
II				3.80	3.70	5.10		0	6.60	6.00

Sample No. II is

Sample No. I is

RSC
0 - 2.5 (usable)
2.5 - 5 (Marginal)
> 5 (Hazardous)

SAR :- 0 - 10 (usable)
10 - 18 (Marginal)
> 18 (Hazardous)

c/S

(M...)
RESEARCH
Planning ...
WAPDA (Centr...

کو نوش جاں کرتی ہے اور شفا پاتی ہے۔

عرض بزبان اقبال :۔

" یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے۔ جب تیری سوچ کا رُخ خدائے بزرگ و برتر کی طرف ہو گیا۔ جب تجھے یہ یقین کی نعمت مل گئی کہ اصل شفا کا حامل خالقِ کائنات ہے تو پھر ایک راکھ کی مٹھی بھی تیرے لئے شفا کا پیغام ہو گی۔

۸۔ ڈاکٹر عبد الحمید حامد صاحب نے میری توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ ضروری نہیں کہ ہر وہ چیز جو صحت و فصل کیلئے مضر اور نقصان دہ ہو۔ وہ ہر وقت اور ہر ایک کے لئے نقصان دینے والی ہو۔ بلکہ بعض اوقات وہ چیز جو سب کے لئے تکلیف دہ ہے وہی چیز کسی اور کے لئے پیغامِ شفا بھی ہے۔ کینسر کا انجکشن عام حالات میں صحت مند شخص کے لئے سمِ قاتل ہے۔ لیکن کینسر کے مریض کے لئے وہ شفا کا باعث ہے۔ اسی طرح ٹی بی کی ادویات فالج کے لئے اور فالج کی ادویات بلڈ پریشر کے لئے نقصان دینے والی ہیں۔ بلکہ سم قاتل ہیں۔ بلکہ بعض ادویات اور انجکشن ایسے بھی ہیں کہ ان کے استعمال سے معالج کو معائنہ کرنا پڑتا ہے کہ آیا یہ دوا یا انجکشن اس مریض کے لئے فائدہ مند ہے یا نقصان دہ ہے۔ جیسے پنسلین اور ٹیٹنس کا انجکشن وغیرہ ہر گرنے والے کو موخر الذکر ٹیکہ لگایا جاتا ہے۔ البتہ بعض ایسے اشخاص بھی ہیں جن کیلئے سخت تکلیف دہ ہے۔ دودھ اور خالص گھی ہر ایک کے لئے مفید ہے اور مقوی دماغ و اجزائے انسانی ہے لیکن ایک شخص کا معدہ درست نہیں تو یہی دودھ اور گھی اس کیلئے جان لیوا بن جاتے ہیں۔ زہر ہر ایک کے لئے زہر تو نہیں کسی نہ کسی کے لئے تریاق بھی تو ہوتا ہے۔

بعینہ "پیر دا کھارا" کے کھاری پانی کا مسئلہ ہے کہ وہ خواہ وہ جدید ٹیکنالوجی میں صحت وفصل کے لئے بہت نقصان دہ ہو لیکن ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے دوسرے اجزاء جن کی تشخیص کا تذکرہ اس رپورٹ کے دوسرے خانوں میں موجود ہے کی وجہ سے بعض حالات میں بعض مریضوں کے لئے کسی مرض میں فائدہ بھی دے ڈالے۔ اگر طبِ جدید کا کوئی ماہر اس رپورٹ پر بنظر عمیق مطالعہ کے بعد ان کے خصائص سے مطلع فرمائے تو راقم الحروف کی عزت افزائی ہوگی۔

تعارف

راجا رشید محمود صاحب

موصوف ایم۔ اے اُردو ہیں۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ میں سینئر ماہرِ مضمون ہیں
سہ ماہی "فروزاں" کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ ماہنامہ "آستانہ پاک" اور ماہنامہ "نعت"
کے ایڈیٹر ہیں۔ "مجلسِ سخن" کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ پاکستان سُنی رائٹرز گلڈ کے بانی
ہیں اور سیکرٹری بھی۔ اٹھارہ معروف کتابوں کے مصنّف ہیں۔ نعت گو شاعر ہیں
تحت اللفظ پڑھتے ہیں۔ اِن کے بچے اِن سے تحفے کے طور پر بھی نعت ہی کی
فرمائش کرتے ہیں۔ ان کے والد ماجد راجا غلام محمد مرحوم ادارہ اِبطال باطل
کے صدر تھے اور معرکۃ الآراء کتاب "امتیازِ حق" کے مصنّف تھے۔

انٹرویو

ہر درد سے نجات

میرے مخلص اور بے لوث ساتھیوں میں سے ایک صاحب تسنیم الدین احمد ہیں۔ ان کے دل میں اکثر یہ خواہش چٹکیاں لیتی رہتی کہ مجھے وہ راجہ رشید محمود نامی شخصیت سے متعارف کرائیں اور کئی بار اس سلسلہ میں گفتگو بھی ہوئی۔ لیکن وہی میری روائتی عدم اعتمادی، عدم دلچسپی اور سستی و کاہلی آڑے آئی۔ تسنیم الدین صاحب جس انداز سے اُن کا تذکرہ کرتے۔ اِس ہیولے جیسے لوگوں سے کئی بار اپنے دل کو کرچی کرچی کر چکا ہوں۔ اب چونکہ اس دل کا کوئی ایک ٹکڑا ایسا نہیں تھا۔ جس میں مزید شکست وریخت کا عمل دہرایا جا سکے۔ اس لئے گریزاں گریزاں طرح دے جاتا۔

ایک دن میرے دل میں ایک درد سا اُٹھا۔ نہ جانے لوگ اُسے کیا نام دیں دراصل اس درد میں لذت بھی ہے بے چینی بھی۔ سکون بھی ملتا ہے اور ٹیسیں بھی اُٹھتی ہیں۔ تڑپ بھی پیدا ہوتی ہے مزا بھی آتا ہے۔ یعنی فراق کے تکلیف دہ لمحات راحتِ جاں بھی بنتے ہیں اور آنسوؤں کی جھڑی بھی لگتی ہے اور چہرہ تبسم کناں بھی رہتا ہے۔ یہ درد یادِ محبوب کا تھا جو کبھی کبھی دل میں چٹکی لے کر خوابیدہ تاروں کو چھیڑ چھاڑ یہ جا وہ جا۔ بس جی چاہتا ہے۔ ایسے میں کوئی درد آشنا ملے جو اس کو مزید جلا بخشے۔ اسی کیفیتِ جستجو میں تسنیم الدین صاحب کے ہاں کینال

پارک پہنچا۔ حسرت ناتمام کا اظہار کیا اور وہ مجھے وہاں لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ جہاں لے جانے کے لئے ایک عرصہ سے بے چین تھے۔ یعنی راجہ رشید محمود نامی شخصیت کے پاس۔

ہنستا چہرہ، شیریں لہجہ، دل، دلنواز، آنکھیں عشقِ محبوب کی غماز۔ یکے از حلقہ بگوشانِ احمدِ مختار۔ اور میں غلامِ غلامانِ احمدِ مختار۔ وہ اس درد سے مالامال اور میرے پاس دو اشکوں کی متاعِ حقیر۔ منزل شوق ان کی نظر میں اور میں بھٹکا ہوا راہی۔ وہ خواجہ کون ومکاں کا نعت گو اور نعت خواں اور یہ ناچیز حرماں نصیب۔ شاید یوں ہوا ہو کہ سگِ غلامِ غلامانِ احمد مختار کو آوارگی سے بچانے کے لئے ایک رسی مل گئی۔ دو اشکوں کی متاعِ حقیر کی قیمت پڑنے کا وقت آگیا ہو۔ ایک بھٹکے ہوئے راہی کو منزلِ مقصود تک پہنچنے کی امید لگی۔ اس ناچیز حرماں نصیب کے شاید نصیب جاگے۔

وہ اپنی کتاب "نعتوں کی آٹھ" لئے بارگاہِ بے کس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ تسنیم الدین احمد بھی ساتھ ہو لئے۔ آنسوؤں کے سیلاب میں وہ لوگ "نعتوں کی آٹھ" کی قدر سے آشنا، مجھے بھی ساتھ اُس بہاؤ میں لے جانے میں مصروف۔ وقت ٹھہر گیا۔ نبضیں چلتی رہیں۔ قلب حزیں۔ بحر لذت وسرور میں غوطہ زن اور رات کا ایک کثیر حصہ اسی کیف ومستی میں بسر ہو گیا۔

یہ پہلی ملاقات تھی اور دورانِ گفتگو "روحانی شفا خانے" کتاب کا تذکرہ ہُوا تو گویا ہوئے کہ میرے والد ماجد راجہ غلام محمد صاحب کی ٹانگوں میں شدید درد رہنے لگا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں بھی ایک "روحانی شفا خانے" سے شفا ملی۔ میں دوبارہ ملاقات کا وعدہ لے کر گھر واپس ہُوا۔

اگست ۱۹۸۷ء کو دوبارہ حاضر ہُوا۔ تو راجہ رشید محمود صاحب نے فرمایا

کہ والد صاحب جناب راجہ غلام محمد صاحب ضعیف العمر ہیں۔ ضعیفی بذات خود ایک بہت بڑا عارضہ ہے۔ دونوں ٹانگوں میں درد کا شدید احساس رہنے لگا۔ دوا دارو کرتے۔ لیکن شفا نہ ہوتی۔ فرمانے لگے۔ میرے ایک دوست چودھری محمد حنیف صاحب غریب وال سیمنٹ فیکٹری لاہور ایجنسی میں ملازم ہیں ان کے بھائی چودھری محمد لطیف صاحب محکمہ اوقاف میں مینجر ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ضلع اٹک میں ایک مزار ہے۔ اُس مزار سے ایک "روڑا" یعنی پتھر لے آئیں درد کی جگہ پھیریں آرام آجائے گا۔ میں نے اُن کی یہ بات ہنس کر ٹال دی۔

ع نئے زمانے میں آپ کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

انہوں نے میری بات کا بُرا نہ مانا اور چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ خود ہی وہاں سے ایک پتھر لے آئے۔ میں نے سوچا کہ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں ہاتھ پہ سرسوں جما لیتا ہوں تو اس کو آزمانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کے آگے ہاتھ پھیلا دو۔ اگر ہاتھ پہ سرسوں جم جائے تو سچا، ورنہ جھوٹا۔ لہٰذا اگر یہ پتھر آ ہی گیا ہے تو اس کے آزمالینے میں حرج ہی کیا ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ؟

چشتی صاحب! نہ جانے کیا ہوا۔ اس چھوٹے سے پتھر کے ٹکڑے کو والد صاحب کی ٹانگ کے ساتھ مَس کرنا تھا کہ ایک حیرت انگیز واقعہ رونما ہو گیا عرصہ دراز کا شدید درد یکسر ختم ہو گیا اور والد صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے۔

چند روز بعد کا ذکر ہے کہ میں کسی سفر سے واپس لوٹا۔ گھر پہنچا تو میری کمر میں شدید درد اُٹھا۔ میں نے از راہِ تفنن طبع بچوں سے کہا لاؤ وہ پتھر میری کمر پر مارو۔ بچے ہنستے ہوئے گئے اور پتھر لے آئے۔ جائے درد پہ لگایا تو جیسے کسی نے درد کو میرے جسم سے چھین کر نکال باہر کیا ہو۔ دل میں آئی اور آئی

بھی چاہیئے تھی کہ اس بزرگ کا کتنا تصرف ہے کہ برسوں سے محو خواب ہے۔ منوں مٹی کے نیچے دفن ہے۔ ہزاروں لوگ یہ پتھر اُٹھا کر لے گئے ہونگے اور ہزاروں نئے پتھر اس جگہ رکھے گئے ہوں گے، اور میں یہاں سینکڑوں میل کی مسافت پر بیٹھا اس پتھر سے شفا پا رہا ہوں۔ واہ میرے خالق تُونے اپنے نیک بندوں کو کتنا نوازا ہے کہ بعد از وصال بھی دُکھی اور مجبور انسانیت کو فیض یاب کر رہے ہیں اور جو شخص اُن کے آستانہ پر آس لگا کر جاتا ہے راحتیں سمیٹ کر لاتا ہے۔

مزید فرمانے لگے وہ پتھر ہمارے گھر میں موجود ہے جب بھی جسم کے کسی حصہ میں گھر کے کسی فرد کو درد کا احساس ہوتا ہے وہ پتھر جائے تکلیف پر لگاتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

یہ حیران کُن واقعہ مجھے کشاں کشاں چودھری محمد حنیف صاحب کے ہاں غریب وال سیمنٹ فیکٹری لاہور ایجنسی نزد گنگا رام ہسپتال لے گیا۔ انہوں نے بتایا کہ میرے بھائی صاحب آجکل عیدالاضحیٰ کی تعطیلات منانے کے سلسلہ میں گھر آئے ہوئے ہیں۔ آپ خود اُن سے ملاقات کرلیں۔

چودھری صاحب کے ذریعے اُن سے وقت مقرر کیا اور ۱۲/ اگست ۱۹۸۷ء کو اُن کے ہاں جا پہنچا۔

تعارف

چودھری محمد لطیف صاحب
محکمہ اوقاف میں ہیں، اور آجکل نتھے شریف، تحصیل کہوٹہ
ضلع راولپنڈی میں مینجر ہیں۔ سیدھے سادے اور شریف
انسان ہیں۔
رہائش گاہ :۔ مکان E/۳۱۷ گلی ۸ مدینہ کالونی۔ والٹن روڈ
لاہور، چھاؤنی۔

انٹرویو

راجہ رشید محمود صاحب کے حوالے سے چودھری محمد لطیف صاحب سے ملاقات ہوئی، اور وہ پتھر کے ٹکڑے " روڑے" کا حیرت انگیز واقعہ کا تذکرہ ہوا، تو گویا ہوئے۔ چشتی صاحب! یہ واقعہ حقیقت پر مبنی ہے۔اُن بزرگوار کا اسمِ گرامی بابا میاں فیروز ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آستانہ :- گاؤں مٹھیال تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک۔ یہ مقام کوہاٹ روڈ پر واقع ہے۔یہ آستانہ چوک بسّال المعروف مٹھیال چوک سے دو کلومیٹر ہے۔ راولپنڈی پیرودھائی سے کوہاٹ جانے کے لئے بسیں کثیر تعداد میں ملتی ہیں

مَیں دو سال اس دربار شریف پر منیجر رہا۔ہر نئے چاند کے پہلے جمعہ کو میلہ سا لگا ہوتا ہے۔بے شمار مخلوقِ خدا درد و کرب کا شکار وہاں آتی ہے۔ ہنستے مسکراتے واپس جاتے دیکھی ہے،اور مسلسل دو سال سے دیکھی ہے۔چارپائی پہ آتے پیدل جاتے دیکھے ہیں۔

آزمائے جس کا جی چاہے

چودھری صاحب نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ زائرین سوا روپیہ یا تھوڑا سا نمک یا چینی لاتے ہیں۔نمک اور چینی زائرین میں تقسیم کر دی جاتی ہے اور تھوڑی بہت رقم محکمہ اوقاف اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے استعمال میں لاتا ہے۔

کھانسی کا علاج

چودھری صاحب نے مزید فرمایا کہ شہر اٹک مین بازار صدر چھاؤنی میں حضرت بابا میاں فیض اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے۔ وہاں ہر قسم کی کھانسی کا شافی علاج ہوتا ہے۔ میری اپنی بچی کو عرصہ سے کھانسی تھی جس کو وہاں سے آرام آیا۔ وہاں اللہ والے کے مزار پر آئیں اور صرف پانی نوش فرمائیں اور شفا پائیں۔

دیوانے کُتّے کے کاٹے کا علاج

اس کے علاوہ ایک اور حیرت انگیز انکشاف کیا کہ آج کل بندہ جس علاقہ میں محکمہ اوقاف کی طرف سے مینجر ہے۔ وہ گاؤں ننھتے شریف ہے۔ تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں حضرت بابا غلام بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اُن کے آستانے پر باؤلے اور دیوانے کتّے کے کاٹے کا شافی علاج ہوتا ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ آپ کے آستانے کی خاک اور پانی میں سوا لاکھ بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ تاہم دیوانے کتّے کا علاج کا آزمودہ مرکز شفا ہے۔

طریقہ علاج

چار جمعرات مسلسل حاضری دینا ہوتی ہے۔ پھر تین جمعرات ہر نئے چاند کی پہلی جمعرات حاضری دینا پڑتی ہے۔ کل سات بار حاضری ضروری ہے۔ اس علاقہ میں اس مرض کے لئے کوئی بھی شخص ڈاکٹروں اور طبیبوں سے رجوع نہیں کرتا

تصرف اس بستی یا علاقہ میں باؤلے کتّے کے کاٹے کے جانوروں کو بھی دیوانگی کی تکلیف نہیں ہوتی۔ بلکہ گاؤں والے ایسے جانورٍں کو حلال کرکے کھا جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ شادی بیاہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس گاؤں کی جو لڑکی کسی دوسرے گاؤں میں بیا ہی جائے وہ ان متاثرہ جانوروں کا گوشت استعمال نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر کوئی لڑکی باہر سے بیاہ کر اس گاؤں میں آجاتے وہ ان جانوروں کا گوشت کھا سکتی ہے
۔ مَیں حیران کُن واقعات سُن رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کھلے ہوئے "روحانی شفا خانوں" پر غور کر رہا تھا کہ اے میرے مالک وہ تکلیف جس کا کوئی آسان علاج آج کی جدید طب بھی تلاش نہ کر سکی۔ سوائے اس کے کہ متاثرہ شخص کی ناف میں ۱۴ انتہائی تکلیف دہ اور خوفناک ٹیکے لگائے جائیں لیکن اے خالق و مالک اور شافی مطلق تُو نے اس کا علاج کتنا آسان کر دیا ہے۔

دیوانے کتّے کے کاٹے کا روحانی نسخہ

جس شخص کو دیوانہ کتّا کاٹ کھائے۔ اور اس شخص کے دیوانے ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ تو درج ذیل آیہ مبارکہ کو روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھے اور مریض کو ہر روز ایک ٹکڑا کھلائے۔ بزرگ فرماتے ہیں ایک ٹکڑا گڑ میں لپیٹ کر کھلائے کتّے کے زہر کا اثر دور ہو جائے گا۔ انشاء اللہ
آیہ مبارکہ یہ ہے" اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ○

دوسرا روحانی نسخہ اَعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر اہل سنت کے مجموعہ ہائے اعمال کا لاجواب انتخاب "شمع شبستانِ رضا" حصہ اول کے صفحہ ۸۸ میں درج ہے کہ

" سید امیر حیدر گوری میاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کمہار کے چاک کی مٹی حاصل کی جائے۔ اگر نہ مل سکے تو چکنی مٹی کو گوندھ کر دو عدد غلولے بنائے جائیں اور جس جگہ کتے نے کاٹا ہو۔ اس کے گرد گھمائے جائیں، اگر کتا زہر دار ہے تو اُس کتے کے رنگ جیسے بال مٹی میں نمایاں ہوں گے۔ تین روز اسی طرح کرے۔ یہاں تک کہ بال ظاہر نہ ہوں، تو جان لیجئے کہ اب کتے کا زہر ختم ہوگیا اور غلولے گھماتے وقت یہ الفاظ پڑھے :

بندر ناچے ریچھ بجاوے، کتے کا کاٹا
زہر نہ آوے۔ دہائی حضرت مخدوم
اَخی جمشید کی "

اگر گیدڑ کاٹے تو بھی یہی منتر پڑھے، مگر کتے کے لفظ کی جگہ شغال یا گیدڑ کہا جائے۔ یہ اَفسوں تین یا سات بار پڑھے۔

یہ عمل مجرب ہے۔ سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں بار کا تجربہ شدہ ہے۔

واللہ اَعلم ورسولہٗ بالصواب

تعارف

حضرت علامہ مولانا عبد العلیم فاروقی سیالوی صاحب

بہت بچپن سے دیکھ رہا ہوں یہ شخص خدمت دین میں شب و روز مصروف رہتا ہے۔ گذشتہ کوئی بیس سال تک ملک کی مصروف دینی درسگاہ الجامعۃ النعیمیۃ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے اور فتویٰ نویسی کی دقیق ذمہ داریوں کو سرانجام دیتے رہے ہیں۔ آج کل مفتی غلام سرور صاحب قادری کے ہاں جامعہ محمدیہ غوثیہ گلبرک مین مارکیٹ لاہور میں اس عہدہ پر متمکن ہیں ایک خوبصورت اور وسیع جامع مسجد نصرت الاسلام عابد مجید روڈ لاہور چھاؤنی میں ایک عرصہ سے خطیب ہیں۔ قرب و جوار کے اکثر علماء حضرات مسائل دریافت کرتے ہیں۔ ماہنامہ رموز جو لندن سے شائع ہوتا ہے اور پاکستان میں بھی کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ اس کے فقہی کالم کے انچارج ہیں۔ خوش طبع بھی ہیں خوش مزاج بھی۔ علم و فن کی دنیا کا دھنی ہر فن مولا بھی ہے۔ حکمت بھی جانتے ہیں اور انجینئر بھی ہیں، موٹر سائیکل کے مکینک بھی ہیں۔ تقریباً یہ سارے بکھیڑے انہیں آتے ہیں۔

انٹرویو

چنبل کا علاج

ایک نشست میں علامہ فاروقی صاحب فرمانے لگے کہ مولانا میرے بائیں ہاتھ کی چھنگلی پر چنبل کی تکلیف ہو گئی۔ بڑا علاج معالجہ کیا۔ لیکن نہ جانے کیوں ادویات میں اثر نہ رہا۔ محسوس ہوتا تھا، قادر مطلق جو چاہے تو ایک راکھ کی چٹکی میں شفا بھر دے اور چاہے تو ہزار ہا ادویات استعمال کر لی جائیں ہسپتال کے چکر لگا لئے جائیں، سپیشلسٹ سر پھوڑ کر بیٹھ جائیں۔ حکماء کی حکمت دم توڑ دے لیکن آرام نہ آئے۔ اسی قادر مطلق نے میرے لئے بھی دنیا کی ہر دوا کو آرڈر جاری کر دیا کہ عبد العلیم کی قسمت میں ہم نے کسی اور جگہ کی مٹی میں شفا رکھی ہے تم ہرگز اثر نہ کرنا۔ خلیل اللہ علیہ السلام کی آگ سے جلن سلب کرنے والے اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے گلے پر پھرنے والی چھری کی کاٹ چھین لینے والے مالک نے میرے لئے بھی ہر دوا سے اثر چھین لیا۔

مجھے ایک دوست نے بتایا کہ سرائے عالمگیر کے قریب ایک بستی ہے، "جبیب داگرھا" وہاں ایک اللہ والے آرام فرما ہیں اُن کے آستانے پر جاؤ خاک ملو، چنبل کا جوین اور اس کی جڑیں خاک میں نہ مل جائیں تو کہنا۔

چشتی صاحب یہ بندہ وہاں چل دیا۔ سرائے عالمگیر لاہور سے جہلم جاتے ہوئے دریائے جہلم کے اس طرف ایک بہت بڑا اور قدیم قصبہ ہے اور بڑا مردم خیز قصبہ ہے۔ چوہدری فضل الٰہی جو ایک عرصہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر رہ چکے ہیں۔ اسی جگہ سے تعلق رکھتے تھے۔ میں سرائے عالمگیر سے "جبیب داگرھا"

کا راستہ لیا۔ اس راستے پر چلتے ہی مجھے تکلیف کی کمی کا احساس ہونے لگا۔ بہر صورت وہاں پہنچا۔ خاک ملی تو چنبل کی شان خاک ہو گئی۔ اس کے بعد سے آج تک کبھی کوئی دوا استعمال کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس لئے کہ چنبل کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے اور شاید کچھ عرصہ بعد یہ بھی ذہن سے محو ہو جائے کہ چنبل تھی کہاں ؟

مولانا، میں نے وہاں مجاورین سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو انہوں نے بتایا کہ اس دربار شریف کی حدود میں کبھی کسی شخص کو چنبل، جزام اور اس قسم کی دیگر امراض چھو بھی نہیں سکتیں بلکہ جزام اور کوڑھ کے بڑے بڑے خطرناک مریض شفایاب ہو کر گئے ہیں۔ اور متوسلین کو حکم ہے کہ مریض کتنا خطرناک حالت کو پہنچا ہوا ہو۔ مریض سے نفرت نہ کریں۔ جس روز نفرت کرو گے اسی روز سے اثر بھی زائل ہو جائے گا۔ واقعی مولانا۔ گناہ گار سے نفرت تو نہیں کرنی چاہیئے ناں، نفرت تو گناہ سے کرنی چاہیئے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالعلیم صدیقی سیالوی صاحب اپنا ذاتی واقعہ بہت ہی حیرت اور یقین محکم سے بیان کر رہے تھے کہ چند سال پہلے مجھے مفتی محمد رحیم سکندری مہتمم جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ خیرپور سندھ کا واقعہ یاد آ گیا۔ مفتی محمد رحیم سکندری قادری صاحب کے دونوں پاؤں پر چنبل تھی۔ ایک خاص موسم میں دونوں قدموں پر تکلیف شدت اختیار کر جاتی۔ پنجاب میں ضلع شیخوپورہ کا ایک قصبہ چوہڑ کا نہ ہے جسے آجکل فاروق آباد کا نام دیا گیا ہے اس کے مضافات میں ایک گاؤں چنّبل ہے۔ اُس گاؤں کا نام بھی چنّبل صرف اسی لئے ہے کہ وہاں سے چنبل کی شکایت کی شفا ملتی ہے۔

اسی گاؤں کے ایک نوجوان خضر نوشاہی ہیں۔ بڑی فاضل شخصیت ہیں یہ چند سال قبل سندھ میں خانہ فرہنگِ ایران کی طرف سے مامور تھے اور لائبریریوں کے قلمی نسخوں پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے تھے۔ اسی تحقیقی دورہ میں اُن کا تعارف مفتی محمد رحیم سکندری صاحب سے ہوگیا۔ مفتی صاحب سے جو شخص ایک دفعہ مل لیتا ہے پھر وہ ہمیشہ اُن کے گُن گاتا ہے۔ اُن کی پرہیزگاری، اخلاق، مروّت، مہمان نوازی ہر دلعزیزی اجنبی کو اپنا بنا لیتی ہے۔ علمی شخصیت ہونے کی وجہ سے اہلِ علم کے دل میں بھی گھر رکھتے ہیں۔ خضر نوشاہی صاحب کے تعارف ہونے پر مفتی صاحب کو اُن کے گاؤں سے چنّبل کے شفاخانے کا علم ہوا تو اپنے مرض سے مجبور ہو کر پنجاب کا قصد کیا۔

خضر صاحب کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ خیر مفتی صاحب لاہور تشریف لائے اور مجھے ساتھ چلنے کا حکم ہوا۔ بندہ ناچیز شاداں و فرحاں ساتھ ہولیا۔ ہم چنّبل گاؤں پہنچے۔ خضر نوشاہی ہمارے میزبان ہمارے منتظر تھے۔ واقعتہً انہوں نے بہت تکلف کیا ہوا تھا۔

تکلف کی بات اگرچہ موضوع سے مختلف ہے لیکن دلچسپی سے خالی نہیں۔ اس لیے عرض کئے دیتا ہوں۔۔۔۔ ہمیشہ سے ایک روایت چلی آرہی ہے کہ تکلف کرتے ہوئے بھی اس سے ناگواری کا اظہار کیا جاتا ہے اور ذوق مرحوم کے شعر کو خوب استعمال کیا جاتا ہے ؎

اے ذوق تکلّف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے

بلکہ کہتے ہیں کہ "تکلف علامت ہے بے گانگی کی"، لیکن جب ہم نے حسب عادت خضر نوشاہی صاحب سے اس تکلف کی شکایت کی تو انہوں نے تکلف کو

جدید معانی عطا کئے۔ اور ہم سب نے خوب حظ اٹھایا۔ کہنے لگے چشتی صاحب!

تکلّفات کی شمعیں جلائی جاتی ہیں
تعلقات کی دنیا میں روشنی کے لئے

خیر معلوم ہوا کہ اس کے گاؤں کے ایک نمبردار صاحب ہیں۔ بہت نیک آدمی ہیں اور ان کے خاندان کو کسی بزرگ کی طرف سے دعا ہے۔ آج کل یہ ورثہ نمبردار صاحب کے حصہ میں ہے۔

چنبل کے مریض ہر اتوار کو اُن کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ حکم ہے کہ اس گاؤں کی حدود میں اُس روز چنبل کا مریض کوئی چیز نہ کھائے۔ نمبردار صاحب اوپلوں کی راکھ اکٹھی کر رکھتے ہیں۔ بیسیوں مریض ہر اتوار کو آتے ہیں اور نمبردار صاحب خود اس راکھ کو مریض کے متأثرہ حصے پر ملتے ہیں۔ کچھ کلام بھی برکت کے لئے پڑھتے جاتے ہیں اور کچھ راکھ مریض کو ساتھ بھی دیتے ہیں۔ تاکہ گھر جا کر بھی استعمال کی جا سکے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ چنبل کے مریضوں کو شفا بخشتا ہے۔

مفتی صاحب اور ہم نے صبح ناشتہ نہ کیا، اور نمبردار صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے خوب استقبال کیا اور مفتی صاحب کے دونوں پاؤں پر اوپلوں کی راکھ مل دی اور اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کو شفا عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ان روحانی شفاخانوں کو آباد رکھے۔ آمین

- باؤلے کُتّے کے کاٹے کے لئے شفاخانہ
- ھر قسم کے درد کا علاج
- آنکھوں کی تکلیف کا شفاخانہ
- پیٹ کے جملہ امراض کا شفاخانہ
- جزام اور دیگر جلدی امراض کا شفاخانہ

انٹرویو

حضرت علامہ مولانا حافظ قاری محمد یوسف سیالوی مہتمم دارالعلوم شمشیر ضیاء القرآن کھوکھا، ڈاک خانہ دینہ ضلع جہلم کے بھلیجے مولانا حافظ قاری محمد طیب ولد مولانا غلام فرید صاحب بمقام توکل پور، ڈاک خانہ خاص تحصیل و ضلع جہلم کئی ایک بار گھر تشریف لائے۔ روحانی شفا خانوں پر گفتگو کے دوران دینہ کے قرب و جوار میں چند ایک روحانی شفا خانوں کا انکشاف کیا۔

۱۔ پیر شہاب رحمۃ اللہ علیہ کالا گجراں سے رانی گھی ملز جہلم سے دیگین مل جاتی ہے۔ ان کے آستانے پر ہر قسم کے درد کا شافی علاج ہوتا ہے۔

۲۔ پیر شاہ وسن رحمۃ اللہ علیہ کھوکھے اور دینہ کے قریب ہیں۔ آنکھوں کی تکلیف سے نجات کے لئے لوگ رجوع کرتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

۳۔ حضرت خواجہ محمد مقبول صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتیاں دینہ شہر کے بالکل قریب ہیں۔ یہاں باؤلے اور دیوانے کتے کے کاٹے کا علاج ہوتا ہے۔

۴۔ گراٹ۔ یہ جگہ بھی عجیب جگہ ہے۔ یہاں پانی کے چشمے سے آپ پانی نوش فرمائیں اور پیٹ کے جملہ امراض سے شفا پائیں۔

یہ انکشافات میرے لئے بہت بڑا سرمایہ تھے۔ میں نے سوال کیا۔ کوئی ایسا شخص بتائیں جس کو ان روحانی شفاخانوں سے کسی نہ کسی طرح فیض ملا ہو۔ فرمانے لگے۔ آپ وہاں جائیں۔ پھر ایک نہیں بیسوں بلکہ سینکڑوں لوگ مل جائیں گے۔

بندہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۷ء کو پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول ایبٹ آباد کی سالانہ پریذیڈنٹ پریڈ میں مدعو تھا۔ ۹ ستمبر کو ایبٹ آباد پہنچا۔ اپنے میزبان میجر خالد الرحمٰن ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ فزکس پی ایم اے کاکول اکیڈمی تھے۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۷ء کو پریذیڈنٹ پریڈ اٹینڈ کی۔ واقعتہً میرے ملک کے کیڈٹ نوجوان جو میرے ملک کی آن اور شان ہیں۔ اعلیٰ تربیت کے لئے یہاں آئے ہیں۔ ان کا نظم و ضبط صحت و صفائی، چستی و چالاکی، جوش ولولہ، سرفروشی اور جانبازی غرض ہر انداز قابلِ صد ستائش ہے۔ رب ذوالکرم والاحسان میرے پاکستان اور ان نوجوانوں کی سرپرستی اور حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۱۰ ستمبر ۱۹۸۷ء کو واپسی پہ رات گئے دینہ ضلع جہلم پہنچا۔ صبح جب ان مذکورہ مقامات اور ان سے متعلقہ روایات کا جس کسی سے بھی تذکرہ ہوا ہر ایک نے مہر تصدیق ثبت کی۔ قصبہ مفتیاں تو بالکل دینہ شہر کے ساتھ متصل ہے۔ درمیان میں صرف ریلوے لائن ہے جو لاہور اور راولپنڈی پشاور کو ملاتی ہے۔ لائن عبور کریں۔ مفتیاں کو جانے والی سڑک کے ہر دو جانب قبرستان ہے۔ دائیں طرف حضرت علامہ شیخ الفقہ والحدیث مفتی جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ پاک ہے جن کے نام سے بلکہ اعزاز سے یعنی مفتی سے یہ گاؤں مفتیاں بنا۔ وہاں ایک بزرگ حافظ محمد عادل ولد حافظ امام دین ساکن مفتیاں مل گئے۔ سفید ریش، ستر کے پیٹے میں، تاریخ کے طالب علم چہرے کی وجاہت یہ کہتی تھی کہ یہ شخص تقویٰ شعار بھی ہے۔

فرمانے لگے لوگوں کو جس دربار سے باؤلے کتے کے کاٹے کی شفا ملتی ہے ان کا اسم گرامی خواجہ محمد مقبول ہے۔ یہ خلنسہ تھے اور دربار اکبر کے حرم سرا میں ان کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔ جب اکبر کا یہاں سے گزر ہوا، غالباً قلعہ رہتاس پر قیام کیا ہوگا، تو محمد مقبول کا گزر مفتی صاحب کے حلقہ درس سے ہوا۔ درس سنا تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ شاہی سہولتوں اور نعمتوں پر ٹھوکر ماری اور ایک درویش کے آستانے پر ڈیرے ڈال دیئے ؎

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

ایک روز محمد مقبول نے مفتی صاحب سے عرض کیا۔ حضور کیا آپ کے ساتھ لگ کر بھی بندہ بے نام و نشان رہے گا۔ تو آپ نے اس کی دلجوئی کے لئے دعا فرمائی۔ بعد از وصال نہ جانے کب اور کس طرح یہ مشہور ہو گیا کہ ان کے آستانے سے دیوانے کتّے کے کاٹے سے شفا ملتی ہے، صدیوں سے یہ شفا خانہ کھلا ہوا ہے اور ہم بھی یہیں آباد ہیں۔ ستّر سال سے زیادہ عمر ہونے کو ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو گا جسے یہاں سے آرام نہ ملا ہو۔ دور دراز سے مخلوق خدا آتی ہے اور فیض پاتی ہے۔ مفتی صاحب نے خواجہ محمد مقبول کے اپنے ساتھ مل جانے کی لاج رکھی اور اس طرح عمر جاوداں عطا کر دی ؎

لج پال پربت نوں توڑ دے نئیں
جیہدی بانہہ پھڑدے اوہنوں چھوڑدے نئیں

میں یہ دلنواز ذکر سن کر دربار حضرت خواجہ محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچا تو چند اشخاص اور کچھ خواتین موجود تھیں۔ کوئی تلاوت کر رہا تھا۔ کوئی ایصالِ ثواب کے لیے دعا کر رہا تھا۔ کوئی چکر لگا رہا تھا۔ ایک دو کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا لفافہ

بھی دیکھا۔ جس میں سادہ یا نمکین "پھلیاں" ہوتیں اور انہیں تقسیم کرتے دیکھا۔
اُن اشخاص میں ایک صاحب میاں خالد نسیم صاحب سے ملاقات ہوئی
معلوم ہوا کہ مفتی شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں سے ہیں۔
بی۔ ایس۔ سی تعلیم رکھتے ہیں۔ کاروباری سلسلہ میں مشرق وسطیٰ کا دورہ کر چکے ہیں
جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ اس کے سرگرم رکن ہیں۔ کالج
کی زندگی میں جمعیت طلبا اسلام کے بڑے فعال ممبران میں سے تھے۔ مولانا
ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتب اور فلسفہ مودودیت سے بُری طرح متاثر ہیں۔
فرمانے لگے۔ مولانا میں تو ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ جو لوگ یہاں آتے ہیں
کیوں آتے ہیں۔ بغداد میں رہتے ہوئے کئی ایک اولیاء کرام کے مزارات پر گیا
ہوں لیکن صرف دیکھنے کے لئے۔ عقیدتاً یا زیارت کے لئے نہیں گیا۔ ان کے ہاں گیا
رکھا ہے۔ لیکن جب سے اپنی خاندانی ذمہ داریوں کو سنبھالتے ہوتے اس مزار پر
کچھ وقت گزرنے لگا ہے تو دل میں ایک احساس پیدا ہو رہا ہے کہ کوئی چیز عقل
سے بالاتر بھی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ لوگوں کو اس بزرگ کے مزار کی مٹی سے ہی
شفا کیوں ملتی ہے۔ ہر جگہ کی مٹی سے آرام کیوں نہیں آتا۔ جبکہ مٹی میں ایسے اثرات
موجود ہیں جو کتے کے لعاب کے جراثیم کو ختم کرتے ہیں جیسا کہ حضور پرنور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس
کو مٹی سے پاک کیا جائے۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوتے مریض کو ہر جگہ کی مٹی سے
آرام آجانا چاہیئے لیکن نہیں آتا۔ کاش یہ بات سمجھ میں آسکتی۔
جب سے یہ بات ذہن میں سمائی ہے دل سے ایک ہوک سی اُٹھتی ہے
اے کاش! میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام کے مقدس مزارات پر ایک تقدس آمیز
عقیدت کے ساتھ گیا ہوتا۔ اگر ایک خواجہ محمد مقبول کو مفتی شیخ جلال الدین رح

رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھنے سے یہ اعزاز مل سکتا ہے کہ دکھی اور مجبور انسانیت کو چین اور آرام کی دولت ملتی ہے تو اُن جلالت مآب شخصیات کے فیوض و برکات بھی ضرور ہوں گی۔ جن کا تعلق ڈائریکٹ منبع فیوض و برکات خدائے بزرگ و برتر سے ہے۔ ان کے مزارات و مقابر پر اتنی مخلوق خدا آخر کس وجہ سے جاتی ہے؟

اب دوبارہ مشرق وسطیٰ کے دورہ کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ کاروبار یا سیر و تفریح کے لئے نہیں بلکہ عقیدتاً اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ولیوں کے آستانوں سے روحانی فیوض و برکات کی دولت سمیٹنے کے لئے ؎

نہ تیغ و تیر میں ہے نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

فرمانے لگے میرے سامنے چھ اشخاص ایسے آئے۔ جنہیں دیوانے کتے نے بُری طرح کاٹا ہوا تھا اور بعض کی پنڈلیوں سے گوشت اس طرح کاٹا ہوا تھا جیسے کسی ظالم قصاب نے گوشت کاٹ کر خود علیحدہ کیا ہو۔ خود ان لوگوں نے یہاں سے مٹی لے کر لگائی اور چلے گئے۔ زخم کھلا رکھنے کا حکم ہے۔ کئی لوگوں نے اُن سے یہ کہا بلکہ ضد کی کہ ڈاکٹر سے ٹیکے بھی لگوالو اس میں کیا حرج ہے اُن میں سے ایک نے پیٹ میں چودہ ٹیکے لگوالئے۔ ٹیکے لگوانے والا بھی بحمداللہ تندرست ہے اور جنہوں نے نہیں لگوائے انہوں نے کہا مرجانا منظور ہے لیکن ڈاکٹر کا علاج نہیں کروائیں گے۔ نتیجتہً ڈاکٹر سے علاج کروانے والا بھی حیات ہے اور خواجہ مقبول رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے کی خاکِ شفا سے شفا پانے والے بھی موجود ہیں۔ سب کے سب صحت مند ہیں۔ کیا یہ بات بہت ہی حیران کُن نہیں ہے؟

مزید کہنے لگے۔ خواجہ محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے کے ساتھ ۱۶ بیگھہ زمین وقف ہے۔ یہ مزار اوقاف کے زیر تسلط ہے۔ اس دربار سے خاندان مفتیاں کو بھی گہری عقیدت ہے۔ شاید اسی گہری عقیدت کا نتیجہ ہے کہ آج تک کسی نے بھی اس ملحقہ زمین کے متعلق سوچا بھی نہیں۔ جبکہ محکمہ اوقاف بھی اس زمین کو استعمال نہیں کرتا۔

ان سے فراغت کے بعد بمقام کھوکھا پہنچا۔ یہ گاؤں اگرچہ بالکل چھوٹا سا ہے لیکن علم و عرفان کی دولت کا بحرِ بے کراں ہے۔ حضرت محترم قاری محمد یوسف صاحب سیالوی نے یہاں بلکہ اس پورے علاقے میں قرآن پاک پڑھانے حفظ کرانے اور تجوید و قرأت کی تعلیم کا بہترین انتظام کیا ہوا ہے۔ دو مدرسے صرف گاؤں کھوکھا میں ہیں۔ ایک بہت ہی بڑی اور خوبصورت جامع مسجد زیر تعمیر ہے۔ جس پر کئی لاکھ روپیہ کی خطیر رقم خرچ ہو چکی ہے

گاؤں میں قاری صاحب موصوف سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو فرمانے لگے کہ گراٹ کا وہ فاصلہ جو پہلے چار پانچ میل کا تھا آج وہ فاصلہ تیس چالیس میل کا ہو گیا ہے۔ دراصل وہاں حکومت نے اس علاقہ کے لئے ایک چھوٹا سا ڈیم تعمیر کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے قریبی راستہ بند ہو گیا ہے اور بہت دور سے ہو کر جانا پڑتا ہے۔ جمعتہ المبارک کی وجہ سے آج وہاں جانا ممکن نہیں ہے۔ دیگر مقامات بھی نہ دیکھ سکا۔ البتہ جس شخص سے بھی بات کی۔ اس نے محیر العقول واقعات کی تصدیق کی۔ بلکہ کہنے والوں نے یہاں تک کہا ہے کہ گراٹ کا چشمہ کوئی بہت بڑا چشمہ نہیں ہے۔ البتہ آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا پانی رستا رہتا ہے۔ اگر اس چشمے پر کسی عورت کا گذر ہو جائے تو چشمہ بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے مستورات کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی مریضہ وہاں

جائے اور اپنے ساتھ کوئی مرد لے جائے، جو چشمے سے پانی لے آئے اُسے پلائے اگر چشمہ بند ہو جائے تو کوئی مرد اُس چشمے پہ چادر ڈال کر تھوڑی دیر بیٹھا رہے پھر آہستہ آہستہ پانی دوبارہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس چشمے کا فیض یہ ہے کہ پیٹ کے جملہ امراض سے نجات مل جاتی ہے۔ پانی پیتے ہی اسہال یعنی دست شروع ہو جاتے ہیں کہ سنبھلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ البتہ ان اسہال سے کمزوری یا نقاہت نہیں ہوتی۔

قاری محمد یوسف صاحب سیالوی کے مہمانوں میں سے ایک بزرگ سید ابرار حسین شاہ صاحب بڑی خاموشی سے تشریف فرما تھے۔ شاہ صاحب کا صاحبزادہ سید سفیر حسین شاہ صاحب قاری صاحب کے مدرسہ میں بالکل ابتدائی طالب علم ہیں۔ شاہ صاحب اس کے سلسلہ میں قاری صاحب سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ آپ حضرت شاہ سفید رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشینوں میں سے ہیں۔

حضرت بابا شاہ سفید رحمۃ اللہ علیہ

بمقام شاہ سفید المعروف میانا موہرہ تحصیل سوہاوہ، ضلع جہلم، دینہ یا سوہاوہ سے بذریعہ ویگن پہنچا جاسکتا ہے۔

سید ابرار حسین شاہ فرمانے لگے۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ آپ کو قدرت کا ایک عظیم کرشمہ دکھائیں۔ جلدی امراض، ایگزیما، جزام، خارش، موہری غرض ہر قسم کے جلدی امراض سے مکمل نجات حاصل کریں۔

۱۹۷۱ء کی بات ہے حادثہ مشرقی پاکستان کے بعد ایک فوجی جنگلوں اور بیابانوں میں بھٹکتا رہا۔ نہ جانے کیسے کیسے مقامات سے گذرا۔ اس کی دونوں ٹانگیں زخمی ہوگئیں۔ پھر زخم بگڑتے چلے گئے حتیٰ کہ گھٹنوں تک پنڈلیوں کا گوشت جھڑ گیا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ سی۔ ایم۔ ایچ راولپنڈی میں داخلے کے دوران ڈاکٹر حضرات نے فوراً دونوں ٹانگیں کاٹ دینے کا حکم دیا، لیکن وہ فوجی رضامند نہ ہوا۔ امید کی کرن دل میں لئے نہ جانے کس طرح ہسپتال سے دو ماہ کی چھٹیاں لے کر گھر آگیا۔ گھر والے اُسے حضرت شاہ سفید رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر لے آئے۔ بائیس روز یہاں قیام کیا۔ اسی قیام کے دوران ہڈیوں پر گوشت چڑھنا شروع ہوگیا۔ آہستہ آہستہ ٹانگیں صحیح سلامت ہونا شروع ہوگئیں۔ دو ماہ کی تعطیل گذارنے کے بعد وہ دوبارہ پریڈ میں جا کھڑا ہوا۔ آفیسران اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اوہ، تم؟ کہاں سے علاج کروایا، وہ کون سے ڈاکٹر صاحب ہیں۔ ہمیں پتہ دو۔ تاکہ تم جیسے دوسرے مریضوں کو وہاں ریفر کیا جائے۔ تو اس

نے حضرت شاہ سفید رحمتہ اللہ علیہ کے آستانے کے روحانی شفا خانے کا دلنواز ذکر چھیڑ دیا۔ کسی کو یقین آئے یا نہ آئے، لیکن وہ خود یا دیگر اشخاص جب بھی اس کی ٹانگوں کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ حضرت شاہ سفید رحمتہ اللہ علیہ کے لئے ہزار ہا دعائیں اُن کے دل سے نکلتی ہوں گی۔

شاہ صاحب نے مزید فرمایا کہ آپ کے آستانے کے ساتھ ایک تالاب ہے بے اولاد عورتیں اس تالاب میں غسل کرتی ہیں اور اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے صاحب اولاد ہوتی ہیں۔

صاحب اولاد ہونے کی بات چلی، تو دس بارہ سال پیشتر کے ایک واقعہ کی پوری فلم میرے ذہن کے پردے پہ چلنے لگی۔

ایک حیرت انگیز واقعہ

میرے ایک بہت ہی کرم فرما مہربان ہیں۔ حضرت قبلہ مفتی محمد رحیم قادری سکندری صاحب۔ آپ عرصہ دراز سے پیر صاحب پاگارہ کے دارالعلوم جامعہ راشدیہ کے مہتمم اعلیٰ ہیں۔ یہ درگاہ شریف خیرپور سندھ سے چند میل جنوب میں پیر گوٹھ میں ہے۔ صاحب علم وفضل ہیں۔ عربی، فارسی، سندھی، بلوچی اور اردو زبانوں میں تحریر و تقریر کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ کئی ایک بار زیارت حرمین شریفین سے بادیاب ہو آئے ہیں۔ قرآن پاک صرف تین ماہ میں حفظ کرنے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ یعنی حافظہ غضب کا ہے۔

بہت دیر کی بات ہے۔ مفتی صاحب قبلہ مجھے اکثر خطوط لکھتے رہتے کہ چشتی صاحب آپ میرے لئے داتا صاحب اور حضرت میاں میر صاحب کے آستانوں پہ جا کر اولاد نرینہ کے لئے دعا کریں۔ ایسے خطوط کئی بار آئے۔ سچ پوچھئے

میں نے اُن کے لئے ان آستانوں پر جاکر کبھی دعائیں نہیں مانگیں۔ شاید اس کے پسِ منظر میں وہی عقیدے کی ناپختگی ہو گی کہ صاحبانِ مزار سے کیا مانگنا ہے۔ اللہ سے مانگیں گے وہی دے گا۔

ایک دن ایسا ہُوا۔ میرے ایک بزرگ مہربان ہیں۔ جناب صوفی اقبال احمد دیوانہ صاحب پاکستان ایئر فورس سے چیف ٹیک ریٹائر ہیں۔ بہت ہی اللہ والے ہیں۔ مستنصر باللہ سٹریٹ، کوٹ خواجہ سعید لاہور میں اپنے مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ "جہاد کی طرف ایک دم" ایک ضخیم کتاب کے مصنف ہیں۔ میں ایک روز اُن سے ملنے گیا۔ وہ مجھے ایک چائے کی دکان پر لے گئے۔ دکان کے باہر سڑک پر دو بینچ آمنے سامنے پڑے تھے۔ چند اشخاص اور بھی بیٹھے تھے۔ چائے نوشی کے دوران میں نے صوفی صاحب مذکور سے کہا کہ قبلہ! ہمارے ایک مفتی صاحب دوست ہیں وہ خیر پور سندھ میں رہتے ہیں۔ ان کے ہاں تین چار لڑکیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ اب اولادِ نرینہ کی تمنا رکھتے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ انہیں ایک پیارا سا بیٹا عطا فرمائے۔ صوفی صاحب یکدم بول اُٹھے۔ چشتی صاحب! آپ مفتی صاحب کو خط لکھیں کہ جو وظائف آپ پڑھتے ہیں، اُن میں میری طرف سے گیارہ گیارہ مرتبہ درود پاک کا اضافہ کر لیں۔ اپنے منہ اور داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگے، اگر اس دفعہ اللہ تعالیٰ بیٹا نہ دے تو مجھے پکڑ لینا" صوفی صاحب نہ جانے کس ترنگ میں آ کر یہ لفظ کہہ گئے۔ میرے قدموں سے زمین نکل گئی۔ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم"۔ یہ تو بالکل ایسے ہُوا جیسے کسی سے کوئی چیز چھین کر دے دی گئی ہو۔

ناظرین! میں اسی حیرانی، پریشانی اور بے چینی میں وہاں سے اٹھا اور

اسی اُدھیڑ بُن میں دو تین ماہ گذر گئے۔ زندگی کی بے پناہ مصروفیات میں بھی یہ خلش کسی لمحہ مجھ سے جدا نہ ہوئی۔ آخر ایک دن میرے دل میں آئی اے انسان! تو کون ہوتا ہے۔ پریشان ہونے والا۔ کہنے والا جانے یا ماننے والا جانے۔ تُو تو ایک پیغام رساں ہے، پیغام بھیج دے۔ آگے وہ جانے اس کا کام یا صوفی صاحب۔

سُنا ہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ سفر بوقت شام کسی گاؤں میں ٹھہرنے کے لئے ایک دروازے پر دستک دی اور رہنے کی جگہ مانگی صاحب خانہ نے ایک شرط پیش کی کہ میرے گھر میں میری اہلیہ کو تکلیف ہے۔ تولید کا وقت ہے۔ آپ کوئی ایسا تعویذ دیں جس سے بچی بچّہ جلدی پیدا ہو جائے اور اہلیہ کو دردِ زہ کی تکلیف سے نجات مل جائے آپ نے حامی بھر لی۔ آپ نے اپنے گدھے کو کھونٹے سے باندھا، بستر پر بیٹھے اور ایک تعویذ لکھ دیا۔ خدا کی شان وہ تعویذ باندھتے ہی بچہ پیدا ہو گیا۔ شیخ صاحب تو صبح اُٹھ کر اپنے سفر پر چل دیئے لیکن تعویذ کا بہت چرچا ہوُا۔ جس گھر میں بھی تکلیف ہوتی وہ تعویذ مانگ کر لے جاتے اور فوراً" آرام آجاتا۔ گاؤں کے مولوی صاحب نے وہ تعویذ منگوا بھیجا کہ دیکھیں کہ اس میں کون سی آیت لکھی ہے۔ تاکہ اس آیت سے مزید برکات حاصل کی جائیں۔ جب تعویذ کھولا تو لکھا تھا" یا اللہ مجھے اور میرے گدھے کو جگہ مل گئی ہے۔ آگے تو جانے تیرا کام" مولوی صاحب حیران رہ گئے۔ دراصل اس فقرہ میں ذاتِ خداوندی پر اندھا اعتماد جھلکتا ہے۔

سپُردیم تو مایۂ خویش را
کہ دانی حساب کم و بیش را

اللہ تعالیٰ نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بے نیازی و یقین محکم کے عقیدے کی لاج رکھی اور جہاں جہاں بھی اس کو استعمال کیا اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ گویا دنیا کو بتانا مقصود تھا کہ جو میرے بندوں کی خدمت کرتا ہے ہم ان کو بھی مایوس نہیں کرتے۔

خُدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

بالآخر میں نے مفتی محمد رحیم سکندی قادری صاحب کو صوفی مذکور کے حوالے سے خط لکھ دیا اور اس انتظار میں رہنے لگا کہ دیکھیں کہ کب مبارک باد آتی ہے۔ سبحان اللہ واقعی صوفی اقبال احمد دیوانہ صاحب کی دیوانگی رنگ لائی اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب کے منہ سے نکلی ہوئی بات کی لاج رکھی اور درود پاک کا صدقہ کرم ہوا، محمد اکرام بچے کے تولد کی تین ماہ بعد ہی مبارک باد مل گئی سبحان اللہ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ وہ کرم نواز یقیناً اپنے نیک بندوں کی سنتا ہے پوری کرتا ہے ضرورت صرف اس امر کی ہے ؎

دُولتِ دارین گر درکار ہو
دست بستہ حاضرِ دربار ہو

میں اس واقعہ کو اپنے ذہن کے کسی لاشعوری خانے میں سے دیکھ رہا تھا کہ سید ابراہیم حسین شاہ نے مجھے چونکا دیا۔ فرما رہے تھے کہ ہمارے ہاں ہر جمعرات کو ایک میلہ سا لگا ہوتا ہے بے پناہ مخلوق خدا آتی ہے اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوتی ہے۔ اتنے میں جمعۃ المبارک کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ ہم پُر تکلف کھانا کھا رہے تھے اور گفتگو کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ کھانے

جلدی امراض کا علاج

۱۹۷۷ء میں تحریک نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوروں پہ تھی عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو لہر اس دور میں دیکھی گئی شاید زندگی بھر دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہوئی ۱۹۶۵ء کی ۱۷ روزہ پاک بھارت جنگ میں جو جذبہ پوری قوم کے انگ انگ سے شیرے کی طرح سے ٹپک رہا تھا۔ اُس سے کہیں زیادہ تحریکِ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھا گیا۔

سوشلزم کی پھلجھڑی کی روشنی ماند پڑ چکی تھی اور ذوالفقار علی بھٹو وزیرِ اعظم پاکستان کے خلاف نفرت زور پکڑ رہی تھی کہ اتنے میں اہلِ سنت وجماعت کے عظیم قائد حق وصداقت کی نشانی شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی نے قوم کی نبض پہ ہاتھ رکھا، درد کو محسوس کیا۔ تکلیف کا جائزہ لیا، مرض کو پڑھا اور نسخہ تجویز کیا کہ اس دکھ، درد اور مرض کا صرف ایک علاج ہے۔ مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ اور نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ۔

ہر دو عالم میں تجھے مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمدؐ نام ہے

یہ نورانی نسخہ شاہ احمد نورانی نے خود نہیں بنایا تھا بلکہ بیمار انسانیت کو ذاتِ خداوندی کے تجویز کردہ نسخہ کی صرف نشاندہی کی تھی جیسے ایک حکیم حاذق اسلاف کے نسخوں کے مطالعہ سے امراض کا علاج کرتا ہے۔ اسی طرح یہ نسخہ مسلم قوم کا ہر رہبر تجویز کرتا رہا۔ اقبالؒ نے بھی یہی کہا تھا ؎

ے کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

بعض اوقات نسخہ بر وقت تجویز ہو جاتا ہے اور تیر بہدف ثابت ہوتا ہے اس طرح یہ نسخہ بھی پوری قوم کا نعرہ بن گیا۔ اپنے بیگانے اچھے بُرے نیک و بد چھوٹے بڑے مرد و عورت تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ، سُنی وہابی، دیوبندی، شیعہ غرض ہر شخص کی زبان پر بس ایک ہی کلمہ تھا۔ نظامِ مصطفےٰ کا نفاذ اور مقامِ مصطفےٰ کا تحفظ ملک کی بڑی بڑی نو جماعتیں متحد ہوگئیں۔ سوشلزم کو پاکستان کی جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ملت اسلامیہ پاکستان ایک ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے۔ یہ تحریک واقعتہً ایک تحریک تھی۔ شاہ احمد نورانی کی پارٹی جمعیت العلماء پاکستان کا مرکزی دفتر انٹرنیشنل ہوٹل شاہراہ قائدِاعظم کے عقب میں ایک کوٹھی میں تھا اور اب بھی ہے۔ وہاں عشقِ مصطفےٰ سے سرشار دیوانوں کا جمِ غفیر ہوتا۔ کوئی آرہا ہے کوئی جارہا ہے۔ خورد و نوش اور بود و باش کی کسے ہوش تھی۔ اس جمِ غفیر میں دو نوجوانوں نے بہت متاثر کیا۔ ایک صاحب تھے تسنیم الدین احمد جو ۱۹۷۱ء کے حادثہ مشرقی پاکستان کے متاثرہ تھے۔ ان کا کاروبار مشرقی پاکستان میں تھا اور خوب تھا لیکن غیروں کی سازشوں اور اپنوں کی نااہلیوں نے پاکستان کا ایک مضبوط مشرقی بازو کاٹ کر الگ کر دیا۔ اس جانکاہ حادثہ سے نہ جانے کیسے جان بچا کر پورے خاندان کے ساتھ اس ٹوٹے پھوٹے پاکستان کے لاہور شہر میں حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں آ پناہ گزیں ہوئے۔ دوسرے نوجوان ملک الطاف حسین قادری تھے۔ یعنی سیدن شاہ میں مقیم ہیں۔ سیکنڈری بورڈ لاہور میں سروس کرتے ہیں۔ سیاسی، سماجی، سوشل اور خصوصاً دینی امور کے لئے آج بھی بڑے فعال کارکن ہیں۔ جب بھی تھے اِ۔ نجمن

شبانِ اہلِ سنت کے سرپرست اعلیٰ ہیں اور ہر نوجوان کے دل میں بستے ہیں۔ یہ دونوں نوجوان سر پہ نورانی پگڑیاں باندھے۔ چھوٹی چھوٹی پیاری پیاری ڈاڑھیاں رکھے نورانی پیشانیوں پہ تقدس آمیز سجدوں کی نشانیاں سجائے شب و روز عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کا عزم لئے ہر وقت بھاگ دوڑ کرتے نظر آتے۔ جی چاہتا، ان مخلص اور مقدس نفوس کی پیشانیوں کو بوسہ دے لوں۔

ان کے جذبات اور ان کے دلوں کی دھڑکنیں آج بھی اسی طرح ان کے دلوں سے سنائی دیتی ہیں۔ ذرا سینے سے لگا کر دیکھئے۔ دعوت اسلامی پاکستان کے سرگرم رکن ہیں۔ گلی گلی کوچہ کوچہ بستی بستی اس مشن کو لے کر جانے کا عزم صمیم رکھتے ہیں۔ تیری آواز مکے اور مدینے۔

ایک روز ملک الطاف حسین قادری غریب خانہ میں تشریف لاتے اور فرمانے لگے، دعوتِ اسلامی کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے اکتوبر ۱۹۸۳ء کے اواخر میں کراچی گیا۔ کراچی میں شہید ملت روڈ پر حضرت پیر جمن شاہ شہید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ ہے۔ روایت مشہور ہے کہ حضرت پیر جمن شاہ رحمۃ اللہ علیہ فاتح اسلام، بانی پاکستان مجاہد اسلام اول جناب محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے قافلہ کے ساتھ تشریف لائے تھے اور یہیں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے آستانے پر ایک پانی کا چشمہ ہے۔ یہ پانی کا چشمہ نہیں فیض کا چشمہ ہے۔ میرے بھائی ملک مشتاق حسین قادری کے جسم پر خارش تھی۔ علاج کر کر کے تھک ہار چکے تھے۔ اس چشمۂ فیض کا سن کر ہم بھی پہنچ گئے۔ دیکھا کہ مریض لوگ اس چشمہ پہ غسل صحت کر رہے ہیں میرے بھائی مشتاق حسین قادری بھی کود گئے۔ پورے جسم سے خارش کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ مجھے احباب نے کہا کہ میں بھی غسل کر لوں۔ لیکن اس طرح

مجھے اچھا نہ لگا۔ اس لئے کہ میں پردہ میں نہانے کا عادی تھا اس لیے نہ نہا سکا۔ واپسی پر میرے جسم پر مختلف جگہ خارش ہونے لگی اور بعض جگہ پر چھالے پڑنے لگے۔ میں نے جلدی سے چشمے سے لیا ہوا پانی متاثرہ جگہ پر لگایا اور آرام پایا۔ دوستوں نے از راہِ تفنن طبع کہنا شروع کر دیا کہ پیر چمن شاہ صاحب نے آپ کو نہ نہانے کا مزہ چکھایا ہے۔ دراصل میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ قدرت نے مجھے بھی یہ تجربہ کرا دیا۔ بلکہ مجھے اس چشمے سے فیض یاب ہونے کا موقع فراہم کر دیا۔

ہم اس چشمہ سے پانی بھر کر لے آئے اور محلے میں جس کسی کو ضرورت ہوئی دیا اور اس نے بھی جسمانی بیماری سے شفا پائی۔

چشتی صاحب میں نے سنا ہے کہ جسم پر کسی قسم کی تکلیف ہو۔ اس پانی کے استعمال سے آرام آجاتا ہے۔ آزمائش شرط ہے۔

تعارف

سیّد نور حسین جعفری، صاحبِ نظر، عامل اور علم نجوم و جفر کے دھنی بزرگ ہیں۔ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے مغرب میں چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں "ونی کے تارڑ" میں رہائش پذیر ہیں آپ کا ڈیرہ مرجع خلائق ہے۔

حاجی عبدالحفیظ صاحب، نصیر آباد، شالا مار ٹاؤن لاہور کے رہنے والے ہیں اور راقم الحروف سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ داروغہ والا میں ٹرک باڈی میکر کی ورکشاپ کے مالک ہیں۔ انہی کی وساطت سے محترم شاہ صاحب سے متعارف ہوا۔ اُن سے دو تین بار ملاقات ہوئی۔ زیرِ نظر کتاب سے متعلق گفتگو کا حاصل شاملِ کتاب ہے۔

جذام کا علاج

حاجی عبدالحفیظ صاحب بہت فقیر اور سیدھے سادے آدمی ہیں۔ لیکن اپنے دل میں محبت کی ایک دنیا بسائے ہوئے ہیں۔ جب کبھی انھیں کوئی اللہ والا مل جاتا ہے۔ بچھ بچھ جاتے ہیں۔ مجھ جیسے ناکارہ انسان کے لئے بھی اُن کے دل میں جگہ ہے۔ جب کبھی ملاقات ہوتی ہے۔ ان کی عقیدت اور اظہار محبت دیکھا چاہیئے۔ بس ہم بھی اسی نشے میں کبھی کبھی اُن سے ملنے چلے جاتے ہیں۔

ایک بار اُن سے ان کی ورکشاپ داروغہ والا میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ اُن کے بڑے لڑکے پر کسی خبیث روح کا سایہ ہے۔ بے چاروں نے کئی جگہ چکر لگائے۔ آرام نہ ہوا۔ کہنے لگے ایک روز میری ورکشاپ کے رفیقِ کار نے فرمایا۔ آؤ بچے کو ایک شاہ صاحب کے پاس لے چلتے ہیں۔ انشاء اللہ بچہ ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ مجھے حافظ آباد کے قریب ایک گاؤں ونی کے تارڑ ضلع گوجرانولہ لے گئے۔ شاہ صاحب موصوف نے دیکھتے ہی فرمایا کہ بچے کو تو کچھ بھی نہیں آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں! ان کی موجودگی میں بچے کو ایک دفعہ دورہ پڑا۔ اس کے بعد سے آج تک واقعی بچہ بہت حد تک تندرست ہے بلکہ مکمل طور پر صحت مند ہے۔

یہ واقعہ بھی راقم الحروف کے لئے دلچسپی سے خالی نہ تھا۔ میں نے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ دسمبر ۱۹۸۷ء کی بات ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ شاہ صاحب آنے والے ہیں۔ آپ کی ملاقات کرا دی جائے گی۔

چند ہی روز میں شاہ صاحب کی آمد ہوئی۔ اطلاع ملنے پر میں بھی پہنچ گیا۔ شاہ صاحب قبلہ پچاس پچپن کے لگ بھگ ہوں گے۔ صحت کافی حد تک ٹھیک ہے۔ سگریٹ اور چائے بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے باوجود لوگوں

آجاتا ہے کہ یہ دونوں خباثتیں باعثِ ہلاکت ہیں۔ خود میرے بیٹے محمد عرفان چشتی کی یہ کیفیت تھی کہ چائے بہت پیتا تھا۔ نہ ملنے پر ماں مرحومہ سے لڑ پڑتا تھا ضرورت محسوس ہو تو تازی بنوا کر پیتا تھا۔ لیکن ایک نشست میں اُس کو اس کے شر سے آگاہ کرتے ہوئے سگریٹ اور چائے پینے سے منع کیا۔ بحمداللہ وہ اس روز سے چائے سے ایسا متنفر ہوا ہے کہ آج تک چائے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ پھر ایک بار اُن کے بیٹے سے ملاقات ہوئی جو ایف اے کے طالبعلم ہیں انہوں نے بھی بتایا کہ مجھے چائے اور سگریٹ کی مکمل طور پر ممانعت ہے۔

خیر اُس پہلی ملاقات میں پہلے تو تعارفی گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ میں نے پوچھا شاہ صاحب یہ علم۔ جسے علمِ جفر کہا جاتا ہے کیا ہے؟ شاہ صاحب تو گویا چہک اُٹھے۔ جیسے میں نے ان کی کسی پسندیدہ چیز کا پوچھ لیا ہو۔ لوگ کہتے ہیں۔ پیسہ بولتا ہے۔ میں کہتا ہوں، علم بولتا ہے، خواہ کسی شعبے کا علم ہو بولتا ہے اور خوب خوب بولتا ہے۔ کہیں تقریر کی شکل میں اور کہیں تحریر کی شکل۔

بس پھر کیا تھا شاہ صاحب نے علم جفر کی معلومات کے دھانے کھول دیئے۔ یہ علم کیا ہے۔ اس کا آغاز کیسے اور کہاں سے ہوا۔ اس کے اثرات کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اہل خانہ اور چند دیگر احباب تو بت بنے بیٹھے تھے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ آج تک کسی نے مجھ سے یہ سوال ہی نہیں کیا۔ جو کوئی آتا ہے اپنے رونے روتا ہے۔ کوئی بیماری کا۔ کوئی مالی تکلیف کا۔ غرض دنیا مجبور اور مضطر لوگوں کی دنیا ہے۔ آج آپ نے یہ بات پوچھ کر دل کو سکون بخش دیا ہے کہ دانائے راز نہ سہی، طالب راہ تو کوئی ملا۔

میں نے پوچھا حفیظ صاحب کے بچے کے لئے آپ نے کوئی دوا بھی نہیں دی وظیفہ بھی شائد کوئی نہیں بتایا۔ اس کی تکلیف کا ازالہ کس طرح ہوا ہے تو صرف مسکرا

دیئے۔ اگر وہ شاعر ہوتے تو موج میں آکر یہ شعر سُنا دیتے۔

فقر دین تے دُنی دا تھم ہوندا اگل فقر دی اج تک مُڑی کوئی نہیں
فقر نظر نال روگاں نوں کٹ دیندا اہ دیندا اینھ کے دارُو دی پڑی کوئی نہیں
جنھوں آسرا فقر نے دے دتا اودی بیڑی دریا وچہ رُڑھی کوئی نہیں
آکے موج وچہ ٹٹیاں فقر جوڑے ٹٹی فقر دی اج تک جُڑی کوئی نہیں

اسی طرح ایک اور نشست ہوئی مجھے کچھ عطیات اور وظائف بھی عطاء فرمائیے۔ اگرچہ میں وظائف و فرائض کی ادائیگی میں ہمیشہ کوتاہی کر جاتا ہوں نہ جانے بعض لوگ کیا ہوتے ہیں کہ کچھ کرنے پر آمادہ کر ہی لیتے ہیں۔

۴ فروری ۱۹۸۸ء کو محترم مرزا لیاقت علی صاحب کے ہمراہ بندہ سیّد نور حسین جعفری صاحب کو ملنے کے لئے اُن کے گاؤں ونی کے نارڑ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ پہنچا اُن کے صاحبزادہ صاحب نے پرتپاک استقبال کیا۔ میں نے اپنا نام بتایا تو کہنے لگے، جی ہاں والد صاحب اکثر آپ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ میں نے شکریہ ادا کیا مغرب کی نماز پڑھی، بعد میں شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کھانا کھاتے ہوئے فرمانے لگے۔ دیکھئے چشتی صاحب آپ بے شک دلی نہ مانیں، لیکن ہم نے آپکی آمد سے پہلے آپ کے کھانے کا خصوصی انتظام کر دیا تھا۔ مرغ مٹر پکائے ہیں۔ زردہ، سویٹ ڈش ہے وغیرہ وغیرہ ایسی باتوں سے محفل کشتِ زعفران بن گئی۔

مرزا لیاقت علی صاحب کے مالی حالات ایک عرصہ سے درست نہیں ہیں۔ چونکہ وہ میرے بہت بڑے محسن ہیں۔ اس لئے ان کو ساتھ لے کر دعا کے لئے حاضر ہوا تھا۔ مُدعا بیان کی تو شاہ صاحب نے انہیں ایک وظیفہ بتایا اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے لئے دعا فرمائی۔ خدائے مہربان اُنکے حالات درست فرمائے اور مالی پریشانیوں سے نجات دلاکر دینی و دنیوی نعمتوں سے مالا مال فرمائے

میں تو اپنے مقصد کے لیے گیا تھا۔ میں نے شاہ صاحب کی اپنی آپ بیتی پوچھنا چاہی کہ شاہ صاحب بتایئے۔ یہ علم اور فقر کی دولت آپ نے کیسے اور کہاں سے پائی۔
فرمانے لگے۔ ۱۹۶۹ء کی بات ہے میں لاہور یتیم خانہ کے قریب رضا آباد جہاں میرے نانا جان کا مزار ہے۔ وہاں رہتا تھا کہ مجھے جزام کی تکلیف ہو گئی۔ جزام (کوڑھ) کو کہتے ہیں یہ مرض بڑھتے بڑھتے پورے جسم پر پھیل گیا۔ میرے جسم پر بڑے بڑے چھالے پڑتے۔ اور بڑے ہو کر خود ہی ٹوٹ جاتے۔ ان سے جو پیپ نکلتی۔ اس سے اتنی بد بو پھیلتی تھی کہ کوئی میرے پاس بیٹھ بھی نہ سکتا تھا۔ میرے نانا جان کے عقیدت مندوں میں ایک رقاصہ تھی جو اپنے پیشے کے اعتبار سے تو رقاصہ ہو گی لیکن جو عقیدت اُسے نانا جان سے تھی اُس کا اظہار اُس نے میرا علاج کرانے سے کیا۔ وہ مختلف ہسپتالوں میں داخل کروا کر علاج کراتی رہی۔ حتیٰ کہ اس نے جرمن سے ڈاکٹر منگوائے، ہزاروں روپیہ خرچ کیا۔
جرمن ڈاکٹر بھی جب میرے علاج سے مایوس ہو گئے، تو انہوں نے مجھے زہریلا ٹیکہ لگا کر ختم کر دینے کا عزم کر لیا۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر یہ لڑکا ٹھیک نہ ہوا تو اہلِ جرمن کی بدنامی ہو گی۔ اس کے مرنے کے بعد کم از کم یہ تو کہہ سکیں گے کہ علاج جاری تھا اگر زندہ رہتا تو ٹھیک ہو جاتا۔
اس بات کی بھنک کسی طرح اُس خدمت گزار عورت تک پہنچ گئی۔ کسی طرح پانچسو روپیہ دیکر مجھے چوری سے ہسپتال سے نکالنے میں کامیاب ہو گئی اور مایوس ہو کر مجھے میرے گاؤں ونی کے تارڑ چھوڑ گئی۔ ساتھ ہی ایک ہزار روپیہ نقد بھی دے گئی اور کہہ گئی کہ اگر روپیہ ختم ہو جائے تو میں پھر حاضر ہوں۔ اطلاع دے کر بلوا لیجئے۔

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

وہ تو مجھے میرے گاؤں چھوڑ کر چلی گئی۔ والدین حیات نہیں تھے۔ بہن تھی

یا اہلِ دیہہ تھے جو ہمیں انتہائی عزت و تکریم سے دیکھتے تھے۔ لیکن ؎

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

کے مصداق، میری جسمانی حالت خطرے کا الارم تھی۔ سب سے پہلے میری آگ کو اسی پتے نے ہوا دی جو میرا سب سے اہم سہارا تھا، یعنی میری بہن اس نے میرے اس کمرے کی اندر سے کنڈی چڑھا دی، جس میں میری چارپائی تھی۔ نفرت کا اظہار اگر یہیں تک محدود رہتا تو شاید گوارا ہوتا۔ میرے جسم کی بو تو میری ذات تک محدود تھی یا زیادہ سے زیادہ قریب بیٹھنے والوں تک تھی۔ لیکن اس نے نفرت کی بو کو پورے گاؤں پھیلا دیا، کہ اگر یہ شخص گاؤں میں رہا تو پورا گاؤں اس نامراد مرض کا شکار ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کی چارپائی اٹھا کر گاؤں سے باہر کسی جگہ پھینک آئیں کم از کم اہلِ دیہہ تو اس نامراد مرض سے محفوظ رہیں گے۔

دنیا ابھی اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی۔ ایک میراثی عورت ان حالات میں بھی میری خدمت کرتی تھی۔ میرے بستر پر چولھے کی راکھ لا کر بچھاتی۔ پرانی راکھ نکالتی نئی بچھاتی، مجھے دوا وغیرہ پلاتی اور اندر ہی اندر زمانے کی ستم ظریفی پر کڑھتی رہتی۔ ایک سقہ غلام محمد بھی میرے لئے اپنے دل میں محبت کے جذبات رکھتا تھا۔ جس روز میری چارپائی اٹھا کر باہر پھینکنے کا منصوبہ تیار ہو رہا تھا۔ اسی روز کسی نے مجھے آکر خبر دی۔ اپنی بہن اور بھائیوں کے کردار پر یاد آیا۔

آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا
دوست اس دنیا میں کم بھائی بہت

منزل کی خبر

صبح غلام محمد سقہ خبر لینے آیا۔ تو میں نے اسے اپنی خبر کے بجائے دوسری خبر

سنا دی۔ دل گرفتہ ہو کر کہنے لگا۔ شاہ صاحب اگر آپ میرے پیر کی کس میں نہانے کی نذر مان لیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو شفاء نصیب ہو گی۔ اندھا چاہے دو آنکھیں، بھوکا چاہے دو روٹی۔ میں نے کہا: میں ابھی نذر مانتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے شفا عطا فرما دے تو میں تمہارے پیر کی کس میں حاضر ہو کر غسل کروں گا۔ وعدہ وعید کے بعد وہ اپنے گھر کو روانہ ہو گیا۔

آج گاؤں والوں اور اہلِ کرم کو میرے اللہ الکریم نے میرے سامنے عیاں ہونے سے بچا لیا۔ خدا نے ان کی میرے خاندان سے سابقہ عقیدت کے صدقہ یہ غلطی معاف کر دی۔ ورنہ وہ میرے اور زمانے کے سامنے ذلیل و رسوا ہو جاتے۔ اللہ رب العزّت نے کرم فرمایا۔ اس رات چھالے نہ نکلے۔ یہ خوشگوار تبدیلی اس نذر کا صلہ تھی۔ دوسرے روز غلام محمد آیا۔ حال احوال سے اُسے آگاہ کیا اور خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے راولپنڈی اپنے پیر کے آستانے پہ لے چلو۔ تاکہ اُن کی کس میں نہا سکوں۔ پیسے میرے پاس تھے۔ اہلِ کرم کا ممنونِ منت نہ ہونا پڑا۔ ہم دونوں نے ٹانگہ لیا۔ حافظ آباد پہنچے۔ حافظ آباد سے بس پہ بیٹھ کر راولپنڈی پہنچ گئے۔

راولپنڈی سے کہوٹہ جاتے ہوئے ٹھنڈا پانی سٹاپ آتا ہے۔ وہاں سے شمال مشرق کی طرف تقریباً چھ میل کے فاصلے پر تمیر شریف جگہ ہے جو سید بادشاہوں کا ڈیرہ ہے اور ہمارا ہی خاندان ہے۔ سید مزمل حسین شاہ مشہدی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین ہیں اور یہ بزرگ سید چن پیر بادشاہ کے مرید تھے۔ یہ چن پیر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ پنڈوریاں شریف متصل راولپنڈی حضرت امام الاولیاء سرخیلِ واصلین حضرت امام بری رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں اور خلیفہ بھی ہیں۔

تمیر شریف آستانے کے پاس سے ایک ندی بہتی ہے جسے اس علاقہ کے

لوگ "کس" کہتے ہیں۔ میں نے اپنی نذر کے حوالے سے اُس میں غسل کیا تو بحمد اللہ بالکل تندرست ہو گیا۔ حتیٰ کہ جسم سے زخموں کے نشانات بھی مٹ گئے الحمد للہ

جب دنیا ٹھکرا دیتی ہے اور انسان کا کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہوتا تو ایسے میں اللہ والے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے دکھی انسانیت کا دامن تھام لیتے ہیں اور اتنا نوازتے ہیں کہ ساری دنیا انتہائی مہربان ہوتے ہوئے بھی نہ نواز سکے۔ سید مزمل حسین شاہ صاحب مشہدی نے مجھے اپنے دامن میں پناہ دی۔ یہ مزمل شاہ صاحب کا وہ کمبل تھا۔ جس نے عاصیوں اور گنہگاروں بلکہ بھولے بھٹکوں کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے کر سب غم بھلا دیئے تھے۔

یہ جسمانی تکالیف سے آرام اور صحت کا انقلاب ہی میرے اندر کے انقلاب کا باعث ہُوا۔ میں تو اب اسی در کا ہو گیا۔

تیرے فضل و کرم کی دھوم ہے سارے زمانے میں
تیرے زہد و عمل کا ہر جگہ پرچار ہے بابا

قبلہ سید نور حسین جعفری صاحب نے وَنی کے تارڑ حافظ آباد میں بیٹھ کر اپنے اندر انقلاب اور روحانی ارتقاء کی منازل کا سفر اور پھر ان عظمتوں اور رفعتوں کو چھو لینے کا دلنواز ذکر جن تک عوام تو کیا کئی خواص کے تصور بھی نہیں پہنچ سکتے۔ کچھ اس انداز سے چھیڑا کہ وجد و کیف میں سبحان اللہ، سبحان اللہ وردِ زباں ہو گیا۔ یہ ایمان افروز داستان چونکہ میرے موضوع کا حصہ نہیں اس لئے اس کا ذکر کسی اور نشست کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔

بچوں کے "سوکھے پن" کے لئے روحانی شفاخانہ

شہر سیالکوٹ کے قریبی قصبہ "اگوکی" کی ایک عظیم فقیر درویش اور عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار، عالم و فاضل، واعظ، مقرر شخصیت حضرت علامہ مولانا حکیم محمد عالم صاحب کے وصال پُر ملال کی خبر ۱۷ اپریل ۱۹۸۰ کو سُنی۔ راقم الحروف کی موصوف سے فرانبرداری کے ساتھ ساتھ عقیدتمندی بھی ہے۔

قسم خدا کی محبت نہیں عقیدت ہے
دیار دل میں بڑا احترام ہے تیرا

بندہ سیالکوٹ کے قصبہ اگوکی پہنچا۔ اہلِ قرابت اور عقیدت مندوں کا ایک جمِ غفیر تھا۔ یہ سب اُس مردِ حق آگاہ کے آخری دیدار کو جمع تھے۔ بعد از غسل کفنانے کے فرائض و رسومات ادا ہو رہی تھیں کہ ایک اور محبت رسول کے پیکر مجسمہ تقویٰ و تقدس جناب الحاج عبدالکریم صاحب آف راولپنڈی نے جیب سے ایک پڑیا نکالی اور مرحوم کے بیٹے خالد سے کہا۔ اس پڑیا میں سے تھوڑی سی خاک آنکھوں پر لگا دو اور کچھ علم و دانش سے بھرپور اس سینے پر بکھیر دو۔ اس کے بعد مرحوم کی اہلیہ بھی چھوٹی سی پڑیا لائیں اور اس میں سے بھی تھوڑی سی خاک آنکھوں پر لگا دی گئی اور کچھ سینے پہ بکھیر دی گئی۔ معلوم ہوا کہ یہ خاک مقدس سرورِ کون و مکان، ہادی انس و جان ہوس بے چارگاں

حامیٔ بے کساں، شفیع عاصیاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدس کے اندرونی حصہ کی خاکِ پاک ہے۔ یہ سن کر بے ساختہ اُن کے مقدر پر رشک آیا کہ اے زندگی بھر درود و سلام کی لذتوں سے محظوظ ہونے والے تیری قسمت کو سلام۔ میرے نہاں خانۂ دل میں کیف و سرور کچھ ایسا آن بسا ہے کہ مشامِ جانِ ایمان معطر ہو گئے۔ ایک نعت کا شعر گنگنایا کرتے تھے۔

وقت آخر مدینے جے میں پہنچ جاں   روح میرے جسم توں جدوں ہووے جدا

تسی میرا جنازہ میرے ساتھیو

لے لنگنا مدینے دے بازار چوں

وقتِ آخر سرِان کی چوکھٹ پر دھرا ہوا ہوتا تو بڑے مقدر کی بات ہے لیکن اس آخری وقت میں سرکارؐ کی چوکھٹ کی خاک آنکھوں پہ ملنا نصیب ہونا بھی کچھ کم نہیں، کم از کم میں نے اپنی پوری زندگی میں کسی کو یہ نعمتِ عظمیٰ پاتے نہیں دیکھا۔

ع خدا رحمت کند آں پاک بازو پاک طینت را۔

نمازِ جنازہ اُگوکی کی ایک عظیم شخصیت میر سید اعجاز حسین شاہ صاحب نے پڑھائی۔ بعد از نماز شاہ صاحب نے موصوف کی زندگی پر مختصر روشنی ڈالی۔ اور ان تین اعمال کا تذکرہ فرمایا۔ جو مرنے کے بعد بھی نامۂ اعمال میں رقم ہوتے رہتے ہیں"۔ ایک صدقات جاریہ دوسرا دہ علم جس سے لوگ فیض یاب ہوتے ہوں اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرے"۔ حاضرین پر کیف طاری تھا۔ بعد از دعا قبرستان پہنچے۔

تو معاً مجھے یاد آیا کہ سیالکوٹ میں ایک ٹبہ کے متعلق سُنا تھا، جہاں سوکھے کے نجات کیلئے بچوں کو نہلایا جاتا ہے اور شفا ملتی ہے۔ میں نے شاہ صاحب سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہاں یہ وہی ٹبہ ہے۔ یہاں اوپر ایک بزرگ حضرت بابا

سے معروف کرتے تھے۔ سیالکوٹ والے امام صاحب کے دور کے بزرگ ہیں اور یہ ان کا ذاتی کنواں ہے۔ اس ٹبہ کے ساتھ ہی سایہ کے لیے ایک بہت بڑا بڑھ کا درخت ہے۔ اس کنویں کے پانی سے مریض بچوں کو نہلایا جاتا ہے اور ان کی مائیں بھی غسل کرتی ہیں۔ تین اتوار جو اس عمل کو دہرائے اللہ تعالیٰ اس کے بچے کو اس بیماری سے شفا عطا فرما دیتے ہیں۔

راقم الحروف نے حضرت ملک شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی کی۔ ایصالِ ثواب کے بعد اس ٹیلے سے نیچے اترا تو دیکھا کہ کنویں کے ساتھ غسل خانے بنے ہوئے ہیں۔ چند مستورات اور اشخاص اپنے ننھے معصوم بیمار بچوں کو غسل دے رہے ہیں اور ان کی دکھیا مائیں بھی اس آبِ شفا سے غسل کر رہی ہیں۔ میں بھی دعا میں شریک ہو گیا کہ اے خالق و مالک تو اپنی مخلوق پر رحم فرما اور ان کو صحت کی دولت سے مالا مال فرما۔

کئی بار سوچا کہ بابا جی نے اس کنویں میں کونسی دوا گھول کر ملا دی ہے۔ جس سے صدیوں سے لوگ صحت یاب ہو رہے ہیں اور اس دوا کا اثر ابھی تک زائل نہیں ہوا۔ تو دل میں آئی۔ اے سوچ و فکر کی اندھی دلدل میں پھنسنے والے تمہاری نظر پھر دوا پہ ہے۔ کیا دوا واقعی ہر قیمت پر شفا کی حامل ہوتی ہے؟ نہیں بالکل نہیں، بلکہ دوا میں اثر بھی وہی ذات ڈالتی ہے جو خود لازوال ہے۔ وہی لازوال ذات جس نے اپنے ایک نیک بندے کی بندگی کا دنیا ہی میں صلہ عطا فرمایا کہ اس کا آستانہ صدقہ جاریہ بن گیا۔ اس صدقہ جاریہ سے لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اور ہوتے رہیں گے جب تک وہ چاہے گا اس پانی میں تاثیرِ شفا موجود رہے گی اور جب اس نے نہ چاہا یہ اثر زائل ہو جائے گا۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔

تعارف

قاری محمد عطاء الرحمٰن چشتی صاحب

قبول صورت شخصیّت، گھنگریلے بال، دراز قامت، جلسہ عام میں احادیث رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا متن مسلسل پڑھتے ہوئے نظر آئی۔ پیارے نبی کی پیاری باتیں بذاتِ خود اثر انگیز ہیں لیکن جب زبان کی مٹھاس اور ایک ایک لفظ پر توجہ کا جادو ساتھ شامل ہو جائے تو حاضرین پر ایک کیف سا طاری ہو جاتا ہے۔ تقریر کا یہ انوکھا انداز بہت دلفریب لگا۔ ملنے کو جی چاہا۔ قریب ہُوا، تو قریب ہوتا چلا گیا۔ مہمان نوازی، خوش خلقی، علم و فضل کی دولت کے یا وصف عجز و انکسار کی دولت نے مزید متاثر کیا۔ یہ نوجوان ابھرتی ہوئی شخصیت حضرت محترم قاری محمد عطاء الرحمٰن چشتی ابنِ اولیاء خاں چشتی ہیں۔ عرصہ سے ملاقات نے نقوشِ اُلفت اور گہرے کر دیئے ہیں، اور آج کل خطابت و امامت کے فرائض پی بلاک گلبرگ نمبر 3۔ لاہور میں ادا کر رہے ہیں روحانی شفاخانوں کے تذکرے پر فرمانے لگے۔ اگر مجھے اجازت ہو تو ہمارے علاقے میں چند روحانی شفاخانے ہیں۔ ان کے متعلق معلومات لاکر پیش کر دوں اس نعمت غیر مترقبہ سے بھلا کیسے انکار کر سکتا تھا۔ عید الفطر کی تعطیلات پر گھر وادی سون سکیسر ضلع سرگودھا تشریف لے گئے اور جو معلومات لے کر آئے میں نے اُن کے حوالے سے صفحاتِ قرطاس کی زینت بنا دیا ہے۔

اللہ اعلم و رسولہٗ بالصواب

بواسیر اور جوڑوں کا درد

جناب قاری محمد عطاء الرحمٰن چشتی گولڑوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے علاقے وادیٔ سون سکیسر تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب بمقام اُگالی کے قریب ایک پہاڑ کے متصل ایک مزار مقدس ہے۔ اس مزار میں حافظ رحمت صاحب رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں۔ آپ کا مزار انوارِ الٰہیہ کا مرکز ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔ انگہ شریف بھی قریب ہی واقع ہے۔ جہاں بیسویں صدی کی عظیم روحانی شخصیت خواجہ خواجگان پیر طریقت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف اپنی ابتدائی عمر میں ابتدائی تعلیم کے حصول میں تشریف لائے تھے۔

قاری صاحب اپنے والد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اس مزار سے دیگر فیوض و برکات کے علاوہ بواسیر جیسے موزی مرض کے مریض شفاءکلی حاصل کرتے ہیں۔ خود ان کے والدِ ماجد کو بواسیر تھی اور یہیں سے شفایاب ہوئے۔

طریقۂ کار یہ ہے کہ زائر مریض اپنے ساتھ کالے دھاگے کے سات ریشے لاتا ہے۔ لوحِ مزار کے چوکھٹے کے ایک طرف چار ریشے رکھ دیتے ہیں اور تین ریشے ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ بعد از فاتحہ خوانی و ایصالِ ثواب زائر دھاگے اُٹھا لیتے ہیں اور اُسے سات گرہیں دے لیتے ہیں اور بازو پر باندھ لیتے ہیں اس طرح سے بواسیر سے مکمل شفا ہو جاتی ہے۔

قاری صاحب نے فرمایا۔ ہمارے ہاں ایک مقام امب شریف ہے اس کے شمال میں ایک پہاڑی نالہ وُنہال کے شمال میں ایک گاؤں اچھالی

اور امب شریف کے درمیان میں ایک بہت بڑا پتھر پڑا ہوا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت سلطان زمان سلطانِ ہفتم جناب سلطان محمد ابراہیم المعروف سارڑھی والے رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے میں یہاں سے گذرتے ہوئے کچھ پڑھ کر دم فرمایا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کوئی جسمانی درد والے اپنے درد کی جگہ اس پتھر کے ساتھ لگائے گا ۔ یا ہاتھ لگا کر اپنے جاتے درد پر لگائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس جسمانی بیماری وتکلیف سے نجات پائے گا۔

قاری محمد عطاالرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ ایک بار میں سلطان ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک پر حاضری کے لئے حاضر ہوا۔ واپسی پر والد محترم نے اس پتھر کی نشاندہی فرمائی۔ کہتے ہیں کہ میری بائیں پسلی میں پیٹ کی طرف ایک گٹھلی سی نکلی ہوئی تھی۔ جو سردیوں کے موسم میں شدت درد کی وجہ سے بہت پریشان رکھتی۔ میرے دل میں اس اللہ والے کے دم کردہ پتھر کے فیضان سے فیض لوٹنے کی حسرت پیدا ہوئی۔ میں نے پتھر کے ساتھ ہاتھ لگا کر اپنے درد کی جگہ پر لگایا۔ الحمدللہ جب سے اب تک اس درد سے مکمل نجات پا چکا ہوں۔

تعارف

بابا طوطی گُل خاں صاحب۔

خاں صاحب طارق کالونی مقبول پارک مصطفیٰ آباد لاہور۔۱۵
میں اپنے خاندان کے ساتھ عرصہ سے مقیم ہیں۔ ریلوے ورکشاپ
سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ ماشاء اللہ صحت بہت اچھی ہیں۔ بہت
نیک نفس، متقی و پرہیزگار اور سیدھے سادے آدمی ہیں۔ داڑھی
مکمل طور پر سفید ہو چکی ہے۔ مخلص اتنے ہیں کہ اندھا اعتماد کیا
جا سکتا ہے۔

انٹرویو

مولائی صاحب! آؤ آؤ۔ آپ کو چائے پلاؤں۔ اچھا دودھ پی لو۔ کوئی بات نہیں۔ دیر تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہم آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔ ہم سب آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔

جب بھی بابا طوطی گل راستے میں مل جاتے ہیں۔ اُن کی وارفتگی دیکھا چاہیئے۔ گلے ملتے ہیں اور خوب پیار سے ملتے ہیں۔ سادہ، بالکل سادہ شخصیت۔ علماء سے پیار و اُلفت رکھتے ہیں۔ حسب استطاعت سخاوت میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

ان کا بیٹا محمد منیر خاں دیگر بچوں کی نسبت ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے "روحانی شفاخانے" کے تذکرے پر کہنے لگا۔ میرے ابّا حضور کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نعمت عطا فرمائی ہے۔ بالکل اَن پڑھ ہیں۔ اس کے باوجود کچھ پڑھ کر دم کرتے ہیں تو چہروں کے دھدّر دُلدر ہو جاتے ہیں۔

اس شوق میں کہ وہ کیا پڑھتے ہیں۔ مَیں نے بابا طوطی گل کو بُلا بھیجا۔ مہمان رب کی رحمت ہوتا ہے۔ میں نے بڑی محبت کے ساتھ چائے کا اہتمام کیا۔ لیکن وہ اپنی جھولی اپنے باغ کے اخروٹوں سے بھری ہوئی لیے بیٹھے تھے۔ مجھے پیش کرنے کے بعد قبول کرنے کیلئے منتیں کرنے لگے۔

میرے پوچھنے پر فرمایا کہ میرے گاؤں سوات میں ایک مولوی صاحب نے سبق بتایا تھا۔ تین بار سورہ الم نشرح پڑھ کر سوئی کے باریک سرے پر دم کرتا ہوں۔ پھر وہی سوئی دھدّر کے چاروں طرف پھیرتا ہوں۔ البتہ سوئی پھیرتے ہوئے سانس بالکل روک لیتا ہوں۔ اس عمل سے مریضوں کو اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیتا ہے۔ آپ کو بھی اجازت ہے۔ آپ بھی دم کیا کریں۔

تعارف

مختلف مقامات، مساجد، دفاتر اور بسوں وغیرہ میں درودِ پاک کے فضائل کے خوبصورت سٹیکر دیکھ کر خوشی بھی ہوتی اور حیرانی بھی کہ کون وہ گمنام شخصیت ہے جو اتنے قیمتی سٹیکر چھپوا کر تقسیم کرتی ہے۔ بعد میں معلوم ہُوا کہ صرف سٹیکر ہی نہیں بلکہ چارٹ، کتابیں اور پمفلٹ بھی بڑی تعداد میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ ایک روز چودھری بشیر احمد ناز صاحب کے ہمراہ جناب شیخ عبدالغفار صاحب سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر ٹی اینڈ ٹی سے ملنے گیا جو میرے دیرینہ تلامذ میں سے ہیں۔ دورانِ گفتگو انہوں نے انکشاف کیا کہ میرے آفیسر جناب رانا منیر احمد غازی ڈائریکٹر جنرل پاکستان ٹی اینڈ ٹی درودِ پاک کے سٹیکر، پمفلٹ اور کتب مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ یہ قریبی تعارف میرے لئے بڑا سرمایہ تھا۔ کئی بار چاہا کہ اس عظیم انسان سے ملاقات کا شرف حاصل کروں۔ آخر کار ۸ ستمبر ۱۹۸۸ء کو جناب راجا رشید محمود صاحب نے اچانک خوشخبری سنائی کہ رانا صاحب حج بیت اللہ کی سعادت سے واپس آئے ہیں۔ حج سے واپسی پر انہوں نے اپنے گھر میں ۱۱ ستمبر ۱۹۸۸ء کو محفلِ میلاد کا انعقاد کیا ہے۔ اس میں آپ کو بھی شرکت کرنا ہے۔ اس مختصر باوقار اور پاکیزہ محفل میں کیف و سرور کی لذت کے علاوہ "روحانی شفاخانے کے لئے بھی ایک تحفہ مل گیا۔

انٹرویو

رانا منیر احمد غازی صاحب اپنے سفر حج کے ایمان افروز واقعات بیان کر رہے تھے۔ پاکستان کے ایک ذمہ دار شخص کا عشق و مستی سے زیارتِ حرمین شریفین میں غرق ہونے کے ساتھ ہوش و خرد کے پیمانوں کے ساتھ گرد و پیش کا جائزہ لینا کئی ایک سربستہ رازوں سے پردہ اٹھا رہا تھا۔ انھوں نے سعودی عرب کی طرف سے ۱۹۸۸ء سے شائع شدہ ایک کتاب "عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ مُحَبَّةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ" یعنی اپنی اولاد کو محبت رسول اللہ کی تعلیم دو۔ راجا صاحب کو پیش کی جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کا تذکرہ احادیث اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے۔ راجا صاحب نے ماہنامہ نعت کے میلاد نمبر میں شائع کرنے کے لئے وصول کر لی۔

دورانِ گفتگو غازی صاحب نے فرمایا کہ مدینہ پاک میں ایک دوست نے مشورہ دیا کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر تبوک کے پہلے پڑاؤ پہ ایک کنواں ہے۔ اس کا پانی بعض امراض کے لئے بہت مفید ہے۔ اس لئے وہاں جانا چاہیے۔ میری اہلیہ بلڈ پریشر کی مریضہ ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی آنکھیں تک ابل آئی ہیں۔ وہ بھی ساتھ ہو لیں۔ یہ کنواں مدینہ پاک سے ۲۸ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

ہم وہاں پہنچے اور پانی نوش کیا۔ ایمان تازہ ہو گیا۔ اس پانی کے پینے سے میری اہلیہ کو مکمل طور پر شفا مل چکی ہے اور اب ان کی تکلیف کا کوئی نشان بھی باقی نہیں۔

غازی صاحب نے فرمایا مدینہ پاک کے لوگ وہاں جاتے ہیں۔ پانی پیتے ہیں۔ ساتھ بھی لے آتے ہیں اور کئی ایک بیماریوں سے شفا پاتے ہیں ؎

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

التماس

اللہ تعالیٰ کی دکھی اور بیمار مخلوق اور اس کے محبوب کی اُمت کے نام پر دردمندانہ التجا ہے کہ اگر کسی اللہ والے کے آستانے سے کسی بیماری کی شفاء سے متعلق کوئی مصدقہ خبر کسی صاحب کے علم میں ہو تو ازراہِ لطف وعنایت راقم الحروف کو اس سے مطلع فرما کر ممنونیت سے نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں خبر دینے والے کے حوالے سے "جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے" میں شائع کردی جائے۔

کرم پبلی کیشنز۔ مصطفیٰ آباد۔ لاہور ۱۵

حضرت علامہ مولانا عبدالحق ظفر چشتی صاحب
میرے عظیم اور پرانے ساتھیوں میں سے ہیں۔ چونکہ
علم وادب سے قدرتی شغف ہے۔ اس لیے
گاہے گاہے آپ کے علمی وادبی شاہ پارے اخبارات و
رسائل کے ذریعہ منظر سے گذرتے رہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ
منزل بہ منزل علمی وادبی منزلوں سے گذرتے ہوئے آخرکار
آپ ایک عظیم خزانے کی تلاش ودریافت میں کامیاب
ہوئے۔ یعنی آپ کی تازہ تلاش "جسمانی امراض کے روحانی
شفاخانے۔" آپ اس سلسلہ میں مبارک باد کے مستحق
ہیں۔ آپ کی اس تازہ تلاش سے آئندہ بے شمار خلق خدا کو
روحانی فائدے پہنچیں گے۔

بندۂ عاصم الٰہی بخش قادری رضوی ضیائی